Digitized by Khilafat Library

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز

چندہ سالانہ ہندوستان سے [illegible]

محصول ڈاک [illegible]

ایڈیٹر - قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۳ | رجب المرجب ۱۳۴۱ھ | مطابق مارچ سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۲

فہرست مضامین

شبیہ مبارک / یہی وقت ہے ظہور مہدی کا ۱ - ۳ اکمل

ہدیہ احمدی مہاجر / براہین احمدیہ کا وزنی پتھر ۴ - ۱۶ منشی فضل حسین صاحب

پنڈت لیکھرام کی نسبت پیشگوئی ۱۶/۱۷ اکمل

دیو سماج اور ہم (نمبر ۲) ۱۸/۲۴ اکمل

ہندوؤں کے چند فرقوں کے نام ۲۵ منشی فضل حسین صاحب

اواگون کے خلاف وید منتر ۲۶/۳۰ منشی فضل حسین صاحب

سلطان القلم کی صداقت ۳۱/۴۲ خواجہ جلال الدین صاحب شمس

عیسائیوں سے بیس مطالبات ۴۲/۴۶ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری

برلن میں مسجد - ۴۸ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح

شیعہ مصنف کا حملہ / آنحضرت صلعم پر ۴۹ - اکمل

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا۔

فروری کا رسالہ وی پی ہوا

جیسا کہ پہلے اطلاع دی گئی تھی۔ فروری کا رسالہ تمام دوستوں کے نام وی پی گیا جن کا چندہ سالانہ دسمبر ۱۹۲۳ء تک ختم ہے۔ باوجود سخت تاکید اور پہلے کئی بار اطلاع دینے کے۔ ۴۰ فیصدی بصیغہ انکار واپسی ہے جو قابل افسوس ہے ہم نے ان سب دوستوں کو دوبارہ رسالہ بھیجا ہے میں نہیں سمجھتا کہ احباب کو کس طرح توجہ دلاؤں کہ ریویو آف ریلیجنز کے خریدار دس ہزار بنانا ان کا فرض ہے اور حال یہ ہے کہ باوجود تشحیذ بند کر دینے کے تا کہ جماعت کی توجہ ایک ہی رسالہ کی طرف پوری پوری رہے۔ یہ حالت کیوں ہے جبکہ اسکے مضامین کی بھی تعریف کی جاتی ہے اور ہم بھی اسے بہتر سے بہترین بنانے میں ہر وقت کوشاں ہیں حجم ۴۰ سے ۴۸ کر دیا اور ہر مہینے کی پانچویں تاریخ کو بلا ناغہ وقت مقررہ پر شائع کر دیا جاتا ہے اور بالکل باقاعدہ ہے ۔

سیر الصحابیات } دار المصنفین اعظم گڈھ نے اسوۂ صحابہ کرامؓ دو جلدوں میں جو شائع کیا ہے اس کے متعلق میں احباب کو اطلاع دے چکا ہوں کہ نہایت مفید کتابیں ہیں۔ اب اسی سلسلہ میں تیسری کتاب سیر الصحابیات شائع ہوئی ہے جس میں مستند حوالوں سے ازواج مطہرات بنات طاہرات واکابر صحابیات کے سوانح زندگی اور ان کی علمی مذہبی اخلاقی کارناموں کی تفصیل بقلم مولوی سعید انصاری مرقوم ہے۔ نہ صرف مردوں کیلئے بلکہ بالخصوص خواتین کیلئے (جو آجکل دو حرف پڑھکر ناول دیکھنا شروع کر دیتی ہیں) اس کا مطالعہ انشاء اللہ بہت سے فوائد اور اصلاح کا موجب ہوگا۔ ہم احمدیوں کو دعویٰ ہے اور سچا دعویٰ ہے کہ ہم اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے مصداق ہیں۔ سو ضروری ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اولیٰ اور اہل بیت رسالت کی خواتین کے حالات کو پڑھیں اور انکی خوبیوں کو اپنے اندر جمع کرنے میں ساعی ہوں اس سلسلہ تصانیف پر میں اخباری حیثیت میں ریویو نہیں کرتا بلکہ اپنے ذاتی مطالعہ کیلئے منگواتا ہوں اور احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ اس سے استفادہ کریں۔ ملنے کا پتہ دار المصنفین اعظم گڈھ۔ حجم ۱۹۰ صفحے ۲۰×۲۶/۸ تقطیع۔ کاغذ چکنا نہایت اعلیٰ چھپوائی لکھائی قابل تعریف۔

دیسی رنگ :۔ ہر گھر میں کسی نہ کسی رنگ کی کبھی نہ کبھی ضرورت پڑتی ہی ہے۔ ہم نے اپنے مہربان مینیجر صاحب ساؤ دیشکاری دہلی سے کئی بار رنگ منگوائے تو قابل تعریف پائے۔ اور بھی جس صاحب کو ضرورت ہو وہیں سے منگوا لیا کریں۔

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شبیہ مبارک

"اس مسیحا کی جس کے مبارک ہاتھوں پر قوموں کا احیاء مقدر ہے"

مارچ کا مہینہ ہمارے لئے خدا تعالیٰ کے خاص نشانات کے ظہور کا مہینہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی نہایت صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔ جو ان الفاظ میں ہے۔ وفی اخر النھار صوت اللعین ابلیس ینادی الا ان فلانا قد قتل مظلوما یشکل علی الناس و یفتنھم فکم فی الیوم من شاک یتحیر فاذا سمعتم الصوت فی رمضان یعنی الاول فلا تشکوا انہ صوت جبرئیل و علامۃ ذلک انہ ینادی باسم المھدی و اسم ابیہ (رواہ بن حماد)

پھر یہی مبارک مہینہ ہے جس میں لیسد تمخلفنھم کی شان ظاہر ہوئی۔ اور باوجود مخالفت شدیدہ کے خدا نے وہ خلافت قائم کی جس کی مسند پر بیٹھنے والا اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔

اس لئے اس مہینے کے رسالے کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ مبارک نہایت دلچسپی کے ساتھ دیکھی جائیگی۔ ہمارے آریہ دوست جو اس نشان کو کسی سازش یا منصوبے یا انسانی کاروائی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ وہ دیکھیں اور بتائیں کہ آیا یہ مبارک اور نورانی چہرہ کسی منصوبہ ساز کا ہو سکتا ہے؟ پھر ہمارے غیر مبایعین اسے دیکھتے ہوئے یاد کریں کہ جس کا عناد وہ اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں وہ اسی مامور ربانی کا لخت جگر اور اسی مرسل یزدانی کے سبز اشتہار والا موعود اور حسن و احسان میں نظیر ہے۔ اسی طرح سُنّی و شیعہ اپنی اپنی مستند کتابوں کے رو سے حلیہ سے حلیہ ملا کر دیکھ لیں۔ اور ہندو اپنے رودر گوپال کرشن کو پہچان لیں۔ تمام دنیا اس وقت مشکلات و مصائب میں گھری ہوئی ہے ہر طبقے ہر مذہب ہر علاقے ہر مذاق کے لوگ ایک نجات دہندے کی راہ تک رہے ہیں

حالانکہ وہ نجات دہندہ ان کے دروازے پر ہے۔ سو ان سب کو بشارت ہو کہ آنے والا آچکا مبارک وے جو گھٹنوں کے بل اسکے حضور میں پہنچیں۔ اب کوئی عیسیٰ آسمان سے نہیں اُتریگا۔ اور نہ کوئی امام مہدی کسی غار سے نکلے گا۔ اور نہ کوئی کرشن آئے گا۔ جس کے آنے کا وعدہ تھا وہ یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔

Digitized by Khilafat Library

یہی وقت ہے ظہور مہدی کا۔ روزانہ وکیل میں ایک مضمون بہ عنوان بیان اسلام (دریا بحباب اندر) چھپا ہے جسمیں آجتک اسلامی حکومت و خلافت کی تفصیل ہے اخیر میں لکھا ہے:۔

یہ مختصر خاکہ ہے ان واقعات کا جو اسلام میں، چودہ سو برس میں گذرے آئندہ اسلام پر کیا گذرنے والا ہے اس کا تفصیلی علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ ممالک اسلامی کی موجودہ نازک حالت زیادہ عرصہ تک نہیں رہیگی اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ مہدی آخرالزمان کا ظہور نزدیک ہے اور اسلام کا بخت خفتہ بیدار ہونے والا ہے۔ (۱۱ر جنوری)

یہ ایک ہی امید نہیں اس قسم کے کئی مضامین چھپتے ہیں۔ اشعار کہے جاتے ہیں جنہیں پورے وثوق کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے کہ یہی وقت ہے ظہور مہدی کا۔ اور یہ کہ اب سوائے امام مہدی کے ہماری مشکلیں حل نہیں ہو سکتیں۔ لیکن تعجب ہے کہ اب تک مسلمانوں کا مزعومہ امام آخرالزمان ظاہر نہیں ہوا۔ ہم ان کو بشارت دیتے ہیں کہ آنے والا آچکا۔ کیوں یہود کی مانند اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کے سراب میں بھٹک رہے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کس کی شخصیت ہو سکتی ہے اور کون ہے جو ان سے بڑھکر زبردست معجزات اور اظہر من الشمس نشانات کے ساتھ آئے مگر نہ پہچاننے والوں نے ان کو بھی نہ پہچانا چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے افکلما جاءکم رسول بما لا تھویٰ انفسکم استکبرتم ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون۔ اور ارشاد ہوتا ہے۔ فلما جاءھم ما عرفوا۔ کفروا بہ فلعنۃ اللہ علے الکافرین۔ یہود کو پہلے مسیح کے بارے میں یہی ٹھوکر لگی وہ اسکی نسبت گمان کرتے تھے کہ آکر تمام دنیا پر حکومت کریگا مگر آیا ایسا جس نے کہا کہ لومڑیوں کے لئے تو بھٹ ہیں مگر ابن آدم کے لئے سر ٹکانے کی جگہ نہیں۔ اسلئے انکار کر دیا۔ آخر اسی کے نام لیوا گو ضلالت میں پڑ گئے مگر ساری دنیا کے بادشاہ ہو گئے اسی طرح کیوں ہمارے مسلمان بھائی یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ مہدی آکر جنگ اور خونریزی کرے گا اور بادشاہان عالم کو اپنے حضور پا بجولاں بلائیگا۔ وہ تو یضع الحرب کا مصداق ہے اور حکمت و دلیل سے دنیا کے قلوب کو مسخر کرنے والا ہے آخر دنیا کی بادشاہتیں بھی اسکے قدموں میں گرینگی اور اسکے کپڑوں سے برکتیں ڈھونڈینگی مگر سب باتیں اپنے اپنے وقت پر ہونگی۔ جلد بازی نہیں چاہیئے۔

وماتشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ تم اس طرح نہ چاہو جس طرح تمہارا دل کرتا ہے بلکہ وہ چاہو جو خدا چاہتا ہے کہ وہی بابرکت ہے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ بغیر جنگ اور خونریزی کے دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کے کلمۂ واحد پر جمع کردے تب ایک ہی گلہ ہو اور ایک ہی راعی۔ اور ان الملک لِلّٰہِ جمیعاً کے ماتحت اسلام ہی کی حکومت کُل روئے زمین پر ہو جائے۔

مدینہ کو کیوں بدنام کرو

بعض لوگوں نے اپنی خواہشوں کو پھیلانے کے لئے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ خادم روضۂ مطہرہ مدینہ منورہ کے نام سے روایت کی اشاعت کرتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ایسی روایت مختلف مطابع میں چھاپی گئی اور مختلف مقامات سے مختلف لوگوں نے شائع کی اسمیں سے ایک میرے سامنے ہے جس میں لکھا ہے:۔

یہ وصیت بروز جمعہ رسول اللہ صلعم نے شیخ عبداللہ کو فرمائی ہے۔ ×× ایک زلزلہ قہر کا آویگا جس کے آنے سے تمام گاؤں تباہ ہو جائینگے اور سب بادشاہیاں غرق ہونے والی ہیں دجّال کے ظاہر ہونے کا وقت قریب ہے ×× قرآن شریف کے حرف اُڑنے والے ہیں۔ یعنی قرآن شریف کا کاغذ سفید ہو جائیگا ××× حضرت امام مہدی کے آنیکا وقت قریب ہے ×× قسم ہے مجھے ذات پاک کی کہ اگر میں جھوٹ لکھوں تو اللہ مجھ کو کافر کر کے مارے (اللّٰھم آمین ناقل)

××× سنہ ۱۳۳۹ھ سے سنہ ۱۳۴۰ھ تک حضرت امام مہدی صاحب کا ظہور ہو جائیگا اور سنہ ۱۳۴۰ھ میں سب بادشاہیاں غرق ہو جائینگی۔

اوّل تو معلوم نہیں جب سب گاؤں تباہ ہو جائینگے تو امام مہدی کن کی ہدایت کے لئے آئینگے آیا ان پر نوحہ کرنے کے لئے بہر حال سنہ ۱۳۴۰ھ مقرر کیا تھا اب سنہ ۱۳۴۱ھ سے چھ مہینے گذر چکے ہیں مگر نہ وہ امام مہدی آیا۔ نہ سب بادشاہیاں غرق ہو گئیں۔ یہ کیا واہیات خرافات ہے کیا ایسے ایسے اشتہار شائع کرنے والے مسلمان ہیں جنہیں اس قسم کی گپیں ہانکتے ہوئے اپنی عزت تو خیر سردار دو جہان فخر رسل کی عظمت کا بھی خیال نہیں رہتا کہ ان کے نام سے ایسی ایسی پیشگوئیاں شائع کی جاتی ہیں جب پوری نہیں ہوتیں تو کیا غیر مذاہب والوں کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ تمہارے نبی کی بات جھوٹ نکلی ایسے مشتہروں کو شرم کرنی چاہیئے۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ سب نشانات پوری ہو چکے ہیں اور امام مہدی کے ظہور کا یہی وقت ہے مگر اے کاش تم اس امام کو عقیدت کی آنکھوں سے دیکھتے پہچانتے اسکے قدموں پر گرتے تو تمام مشکلیں حل ہو جاتیں۔ ورنہ جاؤ قیامت تک سر پیٹتے رہو۔ نہ کوئی غار سے نکلے گا نہ کوئی آسمان سے اُتریگا

یارو جو مرد آسنے کو تھا وہ تو آچکا

Digitized by Khilafat Library

"ہدیہ احمدی مہاجر بہ یادگار آریہ مسافر"

براہین احمدیہ کا وزنی پتھر

٦ مارچ کا دن آریہ سماج میں ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک منایا جاتا ہے۔ چونکہ ہمارا رسالہ ریویو آف ریلیجنز بھی ٦ مارچ ہی کو ناظرین کے پاس پہنچے گا اسلیئے۔ ہمارے دوست منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر نے بوجہ اس پریم اور شردھا کے جو ان کو آریہ سماج سے ہے ایک ہدیہ ہماری معرفت آریہ دوستوں کو پہنچانا چاہا ہے۔ جو امید ہے شوق کے ہاتھوں سے قبول کیا جائیگا اس ہدیہ میں۔ بتایا گیا ہے کہ اس زمانہ کے برگزیدہ مذاہب عالم کے حقیقی مصلح کو جو باطل کُش علم کلام دیا گیا تھا اور جن براہین ساطعہ و حجج قاطعہ سے آپ مسلح کے گئے اس کا جواب اور اندفاع انسانی طاقت سے باہر تھا حضور علیہ السلام کے ایک ادنیٰ خادم نے آپکے دیئے ہوئے ایک حوالے کے متعلق جو عالمانہ تحقیقات حوالہ قلم کی ہے۔ اور معترض کو دندان شکن جواب دیا ہے وہ بجائے خود منصف مزاج حق پسند آریوں پر ایک حجت قاہرہ ہے۔ ملاحظہ ہو اور چشم انصاف سے مطالعہ (ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ لکھی جسے دسہزاری انعام کے اعلان کے ساتھ شائع کیا مگر شرائط کے مطابق کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔ ہاں نام پیدا کرنے کے لئے لیکھرام نے تکذیب براہین احمدیہ کے نام سے ایک جواب چھپوایا مگر اُس میں کیا تھا۔ دشنام دہی۔ فحش نویسی۔ گالی گلوچ بس مگر آریہ اسی پر نازاں ہیں حالانکہ حقیقی جواب اُسکو کہا جاتا ہے جو معقول اور مدلل ہو نہ کہ بدزبانی اور بازاری گالیوں کا مجموعہ۔ اگر براہین احمدیہ کا لیکھرام نے قرار واقعی جواب دیا ہوتا تو ہمیں وہ کونسا عذر مانع تھا کہ ہم اسکے جواب کو جواب نہ مانتے۔ مگر افسوس تو یہی ہے کہ تکذیب میں سوائے بدزبانی کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ مثال کے طور پر ہم حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا ایک مطالبہ درج کرتے ہیں۔ اس کا جو جواب لیکھرام نے دیا ہے وہ بھی لکھ کر قارئین کرام کے آگے دھرتے ہیں وہ خود ہی جان لینگے کہ لیکھرام نے سوائے بدزبانی کے اور کیا جواب دیا ہے:-

Digitized by Khilafat Library

"اتھرون وید کی نسبت تو اکثر پنڈتوں کا اِسی پر اتفاق ہے کہ وہ ایک جعلی وید یا براہمن پُستک ہے جو پیچھے سے ویدوں کے ساتھ ملایا گیا ہے اور یہ رائے سچی بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ رگوید میں جو سب ویدوں کا اصل الاصول اور سب سے زیادہ معتبر خیال کیا جاتا

ہے۔ صرف رگ اور یجر اور سام وید کا ذکر ہے۔ اور اتھروَن وید کا نام تک درج نہیں۔ اگر اتھروید بھی وید ہوتا تو اُس کا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ پھر یجُر وید کے ۲۶ ادھیا میں بھی صاف لکھا ہے کہ وید صرف تین ہی ہیں الخ" حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۰۸

معزز ناظرین! یہ ہے وہ زبردست اعتراض جسکو پنڈت لیکھرام صاحب تو کیا آج تک کوئی بھی آریہ سماجی صاف نہ کرسکا۔ پھر اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے بہتوں نے ہاتھ پاؤں مارے اور ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا۔ مگر افسوس کہ سب کے سب ناکام و نامراد ہی رہے۔ ہم نے کئی ایک آریہ سماجی پنڈتوں کے جواب پڑھے مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے معقول اور صحیح جواب کہہ سکتے ہیں۔ وہ آجتک کسی سے بھی نہ بن پڑا۔ ہاں اِدھر اُدھر کی باتیں بہت سی بنائی گئیں اور پوری قوت خرچ کی گئی اور بہت سی دُور از کار تاویلوں کے انبار لگائے مگر سماج کا بڑے سے بڑا ودوان اور علّامہ بھی اسکی تغلیط و تردید تو کیا اِسے رتّی بھر بھی کمزور نہ کرسکا۔ پھر بھلا لیکھرام بیچارے کی کیا طاقت تھی جو سنسکرت کا صرف اتنا ہی واقف تھا جتنا کہ سوامی دیانند جی مہاراج اُردو سے۔ چونکہ آریہ سماج نے اسکی تصانیف کو بہت سراہا اور اسکے لئے تعریفوں کے پُل باندھے ہیں اسلئے ضروری ہُوا کہ ہم بطور نمونہ مشتے از خروارے لیکھرامی دلائل اور جوابات کا "زور" دکھلائیں۔ تا ناظرین کو یہ بات معلوم ہوسکے کہ پنڈت لیکھرام کی محبّت میں سرشار سماجیوں کے دعاوی اور انکی شیخیاں کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ پس اسکے لئے ایک ہی نمونہ کافی ہے۔ کیونکہ خود بانیٔ آریہ سماج نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۱۲ اُردو میں فرمادیا ہے کہ:-

"جس طرح ہانڈی میں پکتے ہوئے چاولوں میں سے ایک چاول کے دیکھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ آیا سب چاول پک گئے ہیں یا کچّے ہیں۔ اسی طرح اس تھوڑی سی تحریر سے نیک نہاد لوگ بہت سی باتیں سمجھ لینگے۔ عقلمندوں کے سامنے بہت لکھنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بمصداق مشتے نمونہ از خروارے عقلمند لوگ تمام مطلبوں کو سمجھ ہی لیتے ہیں"

Digitized by Khilafat Library

ہم نے نمونہ "براہین احمدیہ" کا ایک اعتراض اوپر نقل کردیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "اتھروَن وید" رِگ۔ یجُر۔ سام اِن تین کے بعد تصنیف کیا گیا ہے کیونکہ رِگ۔ یجُر وغیرہ میں تین کا ہی ذکر ہے اگر اتھروید بھی ان تینوں کے وقت ہوتا تو اس کا ذکر اُن میں ضرور ہوتا۔

آؤ دوستو! اب دیکھیں اس مختصر مگر زبردست اعتراض کا سماجی نبرد آزما کیا جواب دیتا ہے

ملاحظہ ہو تکذیب براہین احمدیہ یا کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۵۷ کالم ۲ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ بالا عبارت لکھ کر اور اپنی قومی و آبائی عادت (گندہ دہنی) پوری کر کے آخر میں یوں گلفشانی کی ہے:-

"اتھرون وید جعلی نہیں ہے۔ مگر آپ جھوٹھ بول کر جعلسازی کرنا چاہتے ہیں تاکہ کوئی جاہل ہندو کسی طرح متشکی ہو جاوے اور صداقت سے ہاتھ اٹھائے لیکن وہ زمانہ اب نہیں رہا گھبرائیے نہیں اور اسکے جواب میں فرقہ علویہ کے عقائد ملاحظہ فرمائیے تا کہ آپکی تسلی ہو جاوے۔ یجروید کے ۲۶۔ ادھیاء کا نام بھی آپنے جھوٹھ موٹھ لکھدیا اور لکھتے ہوئے خدا کا خوف دل میں نہ آیا کہ جھوٹھ کی کیا سزا ہے۔ یجروید کے ۲۶ ادھیا میں ۲۶ منتر ہیں اور کسی میں ان سے ویدوں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے۔ مرد خدا جھوٹھ سے اجتناب کرو خدا کو حشر کے روز کیا جواب دو گے۔ ہاں رگوید کے منڈل ۱۰ انواک ۷ سکت ۹۰ منتر ۹ میں ہر چہار وید کا بیان ہے جس سے آپکے تمام عادی کاصر بجاؤ توضیحاً بطلان ہے۔ مگر شرم چہ کیتی است کہ نزد دروغگو بیاید۔ آپکو کسی لالچ نے دھوکہ دیا۔ یا کہ ملہم غیب سے غلطی ہوئی۔ ورنہ آپ ایسے اندھے تو نہیں تھے کہ خواہ مخواہ آب ندیدہ وموزہ کشیدہ کے مصداق بنتے۔

تسماد یگیات سروہت رچہ ماما نی (صحیح سامانی) جگیرے (ججیرے) چھندانسی جگیرے، تسماد یجوس تسماد جائیت۔ رگ منڈل ۱۰ وغیرہ۔

سرب بیاپک۔ ست چت انند گیان سروپ پرمیشور سے (جو سب منشوں کے اپاسنا یوگ ہے) رگوید۔ شام وید۔ اتھرووید اور یجروید پرکاشت ہوئے ہیں اور یہ ویدانیک ودیاؤں سے یکت ہیں۔ سب منشوں کو اچت ہے کہ ویدوں کو گرہن کر کے اسکے مطابق عملدرآمد کریں اور یہی بیان یجروید کے ۳۱ ادھیا کے ساتویں منتر میں بھی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ان ہر دو وید منتروں سے بخوبی واضح ہے کہ وید چار ہیں اور ابتدا سے آجتک برابر چاروں پرگٹ ہیں کسی طرح کا اختلاف نہیں۔ شت پتھ براہمن میں بھی اسکی بابت صاف اندراج ہے جو کسی طرح کی تاویل کا محتاج نہیں"

یہ ہے وہ جواب جو خدا جانے کسقدر محنت اور کاوش کے بعد پنڈتوں سے پوچھ پاچھ کر تیار کیا گیا ہے۔

اس لیکھرامی بیان میں چار باتیں ہیں۔ اوّل بدزبانی۔ دوم مسیح موعودؑ کا تحریر کردہ یجر ۲۶ کا حوالہ غلط۔ سوم رگوید کا منتر جس میں اتھروید کا نام بتلایا گیا ہے۔ چہارم۔ شت پتھ کی گواہی کہ وید چار ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

پہلی بات کا تو ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔

دوسری بات "یجروید کے ۲۶ ادھیا کا نام بھی آپ نے جھوٹ موٹ لکھ دیا اور لکھتے ہوئے خدا کا خوف دل میں نہ آیا کہ جھوٹ کی کیا سزا ہے۔ یجروید کے ۲۶ ادھیا میں ۲۶ منتر ہیں اور کسی میں ان سے ویدوں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے مرد خدا جھوٹ سے اجتناب کرو۔ خدا کو حشر کے روز کیا جواب دوگے؟"

اس عبارت کا جواب اس سے بھی زیادہ سخت دے سکتے ہیں۔ مگر کیا کریں قرآن شریف کا حکم نبی کریمؐ کا ارشاد اور مسیح موعودؑ کا عمل ہمیں اس امر سے مانع ہے۔ ہم نے لیکھرامی تصانیف کو دیکھا۔ پڑھا اور خوب پڑھا ہے۔ مگر یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ لیکھرام کی تصانیف میں یہ غرض نہیں پائی جاتی کہ حق ظاہر ہو بلکہ اُس کی اصل غرض یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو مخالف کو نیچا دکھلایا جائے اور اسقدر بدزبانی کی جائے کہ وہ جواب الجواب کے لئے اور بُرخ ہی نہ کرے۔

اگر ہم بھی لیکھرام کی کتب سے اسی قسم کی کتابت کی غلطیاں نکالکر یہی عبارت لیکھرام پر چسپان کردیں تو آج سماج کا مدعیٔ متانت و تحمل ممبر بھی آپے سے باہر ہو جائے۔ حالانکہ لیکھرام نے جو منتر پیش کیا ہے اُس میں ~~ـــــ~~ سامانی کی جگہ ماماتی لکھا ہے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتابت کی غلطی ہے جس طرح یہ کتابت کی غلطی ہے اسی طرح ۳۶ کی بجائے ۲۶ بھی محض کتابت کی غلطی ہے۔ ذرا سا شوشہ کتابت میں رہ گیا۔ افسوس ایک خفیف سا شوشہ چھٹ جانے پر لیکھرام کی طرف سے اسقدر بدزبانی۔ (یہ ہے سماجی تہذیب)

لیکھرام کے شیدائیو! حضرت کرشن علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیانی نے جو لکھا بالکل درست اور راست ہے۔ اسکو جھوٹ اور غلط کہنا خود جھوٹ اور غلط ہے۔ جاؤ۔ یجروید کا ادھیاء ۳۶ کھول کر پڑھو تمہیں وہی عبارت نظر آئیگی جس کی طرف ہمارے آقائے نامدار نے اشارہ کیا۔ یجروید کے ۳۶ ادھیائے کا پہلا ہی منتر ہے۔ جس میں محض رگ۔ یجر۔ سام وید ہی کا ذکر ہے۔ اتھروید کا نام و نشان تک مفقود ہے۔ لیکھرام کی دوسری بات کا جواب دینے کے بعد اب

تیسری بات کی طرف توجہ کرتے ہیں اور یہی اصل بات ہے۔ حضرت کرشن قادیانیؑ کا ارشاد

تھا کہ اگر اتھروید بھی وید ہوتا تو اس کا ذکر یجر سام کے ساتھ رگ وید میں ضرور ہوتا۔ اس کا رگ میں ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جعلی اور بعد کی تصنیف ہے۔ مگر لیکھرام نے اس کے جواب میں رگوید منڈل نمبر۱ انوواک نمبر۲ سوکت نمبر۹ کا نواں[۵] منتر پیش کیا جس کے معنی کرتا ہے کہ

"یہ پرمیشور سے رگوید شام وید۔ اتھروید اور یجر وید ظاہر ہوئے وغیرہ۔"

آریہ تو اس لیکھرامی بیان کو پڑھ کر پھولے نہ سماتے ہونگے اور خیال کرتے ہونگے کہ جس اعتراض کا جواب دینے سے بڑے بڑے پنڈت کنی کتراتے ہیں اُس کا کیسا صاف اور دوٹک جواب دیا۔ مگر ان بھولے بھائیوں کو علم نہیں کہ جس طرح دوسرے پنڈت اس مطالبۂ عظیم کا جواب دینے سے عاجز ہیں اسی طرح بلکہ ان سے بڑھکر خود لیکھرام بھی عاجز و لاچار نظر آتا ہے۔ پنڈت لیکھرام نے جو منتر پیش کیا ہے اسکے متعلق ہم بفضل خدا دعوےٰ سے کہتے ہیں کہ اس میں اتھروید کا کہیں بھی نام نہیں۔ اگر کوئی آریہ سماجی اس وید منتر سے "اتھروید" کا لفظ دکھلا دے تو ہم اُسے دو صد روپیہ نقد انعام دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر کسی میں شکتی یا ہمت ہو تو ہمیں لکھے ہم دو صد روپیہ کسی مسلمہ امین کے پاس جمع کروانے کے لئے حاضر ہیں۔

مگر اصل بات یہ ہے کہ لیکھرام بیچارہ خود تو سنسکرت کا عالم نہ تھا (دیکھو سوانح عمری مصنفہ مہاتما منشی رام صاحب) دوسروں سے سُن سُنا کر یہ منتر لکھدیا اور سمجھ بیٹھا کہ اس کے پیش کر دینے سے فریق مخالف کا جواب ہوگیا۔ مگر آہ اُسے یہ علم ہوتا کہ پنڈتوں نے اُسے دھوکہ دیا ہے تو وہ شائد اس منتر کے نقل کرنے کی اس طرح جرأت نہ کرتا۔

اس رگوید منتر میں جسکے متعلق لیکھرام نے لکھا کہ یہ یجر وید میں بھی آیا ہے۔ صرف ایک لفظ "چھندانسی" آیا ہے جسکے معنی پنڈتوں نے اتھروید کر کے لکھ دیئے جو وید کی رو سے سراسر باطل ہیں۔ چھند کہتے ہیں علم عروض کے بحر کو یا قواعد کو نہ کہ اتھروید کو۔ جس طرح اس منتر میں رگ۔ یجر۔ سام کا نام بقول آریہ سماج ایشور نے بیان کیا تھا کیا اتھروید نہ کہہ سکتا تھا پس چھند کا لفظ دیکھ کر شور مچانا کہ دیکھ لو اتھروید کا نام رگ اور یجر میں موجود ہے محض حماقت ہے۔ اس منتر کا اگر لفظی ترجمہ کیا جائے تو بقول لالہ نہال سنگھ کرنالوی مترجم رگ آدی بھاشیہ بھومکا یہ ہوگا

"اس سروہُت یگیہ (ایشور) سے رگ اور سام پیدا ہوئے۔ اُس (ایشور) سے چھند پیدا ہوئے۔ یجر بھی اُس سے ظاہر ہوا" (یجر وید ۳۱/۷)

اسی طرح پنڈت راجا رام صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج بھی اپنی کتاب وید اُپدیش جلد۱ صفحہ ۸۲

اس طور پر ارتھ کرتے ہیں کہ :- "اُس سروہُت یگیہ سے رچائیں (رگ وید) (اور) سام پیدا ہوئے چھند پیدا ہوئے- اُس سے یجُر پیدا ہُوا" اور یہی منتر خاص اتھرو وید میں بھی آیا ہے- وہاں بھی یہی معنی ہیں- حوالہ کے لئے دیکھو اتھرو وید کانڈ ۱۹ سوکت ۶ منتر ۱۳ اس منتر میں چھند کا لفظ کیوں آیا؟- اسلئے کہ ویدوں میں جو نظم کا حصہ ہے اُس کے متعلق کوئی یہ نہ کہے کہ نظم اور لوگوں نے بنائی اور مضمون سروہُت یگیہ کا تھا بلکہ نظم بھی اسی نے بنائی ہے جس نے رگوید یجروید اور سام وید بنائے ہیں- پس یہ منتر اس قابل نہیں کہ جری اللہ کی دلیل کو باطل کرنا تو کجا کمزور ہی کر سکے- اور اگر کوئی اس بات پر ضد کرے کہ چھند سے مراد اتھرو وید ہے تو وہ ویدوں کی لغت نرکت سے یہ دکھلا دے ہم مان لینگے- اب رہ گئی **چوتھی بات** کہ شت پتھ براہمن میں بھی چاروں ویدوں کا بیان ہے سو یہ ہماری بحث سے خارج ہے اگر تو یہ دیکھنا ہے کہ رگ یجر اور سام اتھرو کو اپنا ر اتھی بتلاتے ہیں یا نہیں دوسری کتب کے حوالے حضرت اقدسؑ کی دلیل کو کمزور نہیں کر سکتے- نہ اتنی جگہ ہے اور نہ ہی فرصت- ورنہ لیکھرام صاحب کے اس شت پتھ براہمن کے حوالے پر بھی کچھ لکھا جاتا اور بتلایا جاتا کہ تم جو یہ حوالہ پیش کرتے ہو اگر واقعی تمہیں سنسکرت کا علم ہوتا تو اسے بھی نہ ہی پیش کرتے کیونکہ اس کے آگے جو عبارت ہے جسے تم نے ارادتاً چھوڑ دیا ہے- وہ ساری لکھ دی جائے اور اس کا ترجمہ بھی کر دیا جائے تو تمہارے مذہب کے عقیدہ کا خاکہ ہی اُڑ جائے- اس عبارت میں جہاں رِگ، یجر سام اتھرو کو ایشور کا سانس کہا ہے وہاں اور بھی بہت سی کتب- پوران اپنشد وغیرہ کو ایشور سے نکلا ہُوا بتلایا ہے- کمیٔ وقت کی وجہ سے ہم نے اس حوالہ کی طرف صرف اشارہ کر دیا مفصل اسپر پھر کبھی لکھینگے-

Digitized by Khilafat Library

دوسرے منتر پر بحث

اب رہ گیا ایک اور وید منتر جو پنڈت لیکھرام نے اپنی دوسری کتاب نسخہ خبط احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسی مطالبہ کے جواب میں لکھا- لگتے ہاتھ اُسپر بھی غور کر لیا جائے تاکہ آریوں کے دل میں یہ ارمان نہ رہے کہ اُس کا جواب ہوا مگر اِس کا جواب نہ دے سکے- چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اعتراض کا "سرمہ چشم آریہ" میں بھی اعادہ کیا ہے اس لئے لیکھرام نے اپنی کتاب "نسخہ خبط احمدیہ" میں بھی اس کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے- مقتول آریہ مسافر اس کتاب کے صفحہ ۲۸۱ پر لکھتا ہے کہ :-

"اگرچہ ہم چاروں وید کا ایشر یہ گیان ہونا تکذیب براہین احمدیہ میں اچھی طرح ثابت کر چکے ہیں اور معقول دلائل سے بتلا چکے ہیں کہ اس قسم کے بے بنیاد الزام ناکارہ ہی نہیں بلکہ بات بات میں ناکام ہیں- مگر اسجگہ ہم ایک اور منتر یجر وید کا درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں"

یجروید ادھیائے ۱۹ منتر ۵

انگرِسونا پتر ونو گو اتھروانا نو بھرِگو اسو میا سا تیشام اسو منو یگئیشی نامئی مدرے سوم منسے بھیامہ۔

ترجمہ۔ جو برہمانڈ (تمام جگت) کی زمین وغیرہ حصوں کے وِدیاؤں کے جاننے والے اور وِدیا کو پڑھکر اُن سے انیک پرکار کے نئے نئے فائدہ حاصل کرنے والے پروادیکاری۔ اتھرون وید کے عالم گیان وان آپاسنا میں شانت چت یگیہ کرنے والے پتر بزرگ ہوں۔ ان ہی سے سیکھ کر اور لوگ بھی کلیان کو پراپت ہوں۔ کیونکہ بغیر ودیا اور شانت چت اور ست اُپدیش کی کلیان نہیں ملتی۔

معزز ناظرین! آپنے دیکھا سماجی مقتول نے کسقدر زور مارا اور کوشش کی کہ جری اللہ کے اعتراض کو صاف کر دوں مگر باوجود اوٹ پٹانگ دوسروں سے سیکھی سکھائی باتیں لکھ دینے اور عوام کو فریب میں ڈالنے کے بھی اپنی کوشش میں ناکام و نامراد رہا اور باوجود پنڈتوں کی امداد کے اس زبردست اعتراض کا جواب نہ دے سکا۔

Digitized by Khilafat Library

آریو! کیا اسی قسم کی باتیں پڑھکر تم اترایا کرتے ہو کہ "براہین احمدیہ" کا جواب ہو گیا؟ خدا لگتی کہنا کیا محولہ بالا منتر میں واقعی اتھروید کا ذکر ہے؟ کیا لیکھرام نے یجر ۱۹؍۵ کا جو ترجمہ پیش کیا ہے صحیح ہے؟ کیا تم نے دیکھ لیا کہ یہ ترجمہ بانئ آریہ سماج اور دیگر مستند علمائے وید کے تراجم و تفاسیر سے خلاف تو نہیں؟ شاید تم مذہبی جنبہ داری کو کام میں لاتے ہوئے ٹھیک ٹھیک جواب دینے کے لئے تیار نہ ہو سکو اسلئے ہم اس جگہ اس بات کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مقتول مسافر کا یہ ترجمہ کسی صورت میں بھی درست اور واجب التسلیم نہیں ہو سکتا۔ اس منتر میں "اتھروید" کا ذکر بالکل نہیں ہرگز نہیں اور قطعاً نہیں ہے اور اس منتر سے "اتھروید" مراد لینی محض عوام کو دھوکہ میں ڈالنے اور حریف کے اعتراض کو دبانے کے لئے ہے والا اور کوئی مدعا نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم ہمارے بیان کو پڑھتے ہی کہ اٹھو گے تم غلط اور بے سند کہتے ہو۔ ہمارا فخر سماج مقتول بڑا عالم بڑا فاضل بڑا پنڈت اور ویدک علوم کا بڑا ہی ماہر تھا وہ ایسا انسان نہ تھا کہ ویدوں کے الم غلم معنی کر کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتا۔ اُس نے جو لکھا ٹھیک لکھا ہے۔

مگر بھولے بھالے متروا تمہارا یہ جوش اور گرما گرم فقرے محض اس وجہ سے ہیں کہ تم اصلیتِ حال سے ناواقف ہو۔ لو سنو! اگر تمہیں ہمارے کہنے پر اعتبار نہیں۔ اور ہماری بات مستند نہیں

سمجھتے تو اپنے گورو سوامی دیانند کی بات پر ہی یقین کر لو اگر ہمارا ترجمہ تمہیں قبول نہیں تو سماج کے بانی کا ارتھ ہی سچ مان لو۔ اس لئے آؤ تمہیں بتلائیں۔ رشی دیانند اس منتر کا کیا ترجمہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر یجروید جلد اوّل صفحہ ۸۰۰، جہاں شری سوامی جی مہاراج لیکھرام کے پیش کردہ منتر (یجر ۱۹/۵۰) کا ارتھ بایں الفاظ کرتے ہیں:۔

"ہے منشیو! جو (نہ) ہمارے (انگرسا) سب ودیاؤں کے سدھانتوں کو۔ یعنی اے انسانو! جو (نہ) ہمارے (انگرسا) تمام علوم کے اصولوں کے واقفکار اور جدید علوم وفنون کی نشر واشاعت کرنے والے۔

Digitized by Khilafat Library

(اتھروانا) بے ضرر (بھرگوا) مستند علوم سے متصف (یا علوم میں ماہر اور پختہ) (سومیاسا) سامان راحت حاصل کرنے کے لائق (پترا) باپ وغیرہ عالم آدمی ہیں اُن (یگیانام) بہترین کاروبار کرنے والوں کی (سومتو) سُندر پرجا (پیاری رعایا یا اطاعت گذار) (بھدرے) اور نفع رساں (سومن سؤ) حاصل ہوئے عمدہ بودھ (واقفیت) میں ہم لوگ مشغول ہوں ویسے ہی تم لوگ بھی ہوؤ!"

یہ ہے ترجمہ اُس منتر کا جسکے معنی جری اللہ کا اعتراض باطل کرنے کے لئے آریہ مسافر پنڈت لیکھرام نے مغالطہ دہ پیرائے میں کرکے سُرخروئی حاصل کرنی چاہی۔ اب آریہ دوست خود ہی بتلاویں کہ آریہ مسافر کا ترجمہ درست ہے یا سوامی جی کا۔ ہاں چیلے کا ارتھ قابل قبول ہے یا گورو کا۔ مرشد کا یا مرید کا۔ اُستاد کا یا شاگرد کا۔ آریہ سجنو! یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا۔

آؤ تمہیں ایک بات اور بھی پتہ کی بتلائیں سنو! یہی منتر رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۴ میں بھی آیا ہے جسے شری یاسک آچاریہ مُنی جی نے اپنی معرکتہ الآرا (جو تمہارے لئے باعث افتخار ہے) تصنیف۔ نِرُکت کے ادھیائے ۱۱ کھنڈ ۱۹ میں نقل کیا ہے۔ اور اس کا ارتھ جو خود انکی قلم سے نکلا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ اور پھر بتلاؤ کہ تمہارے "شہید" کا ترجمہ اور جواب صحیح ہے یا رشیوں کا ترجمہ اور حضرت کرشن علیہ السلام کا اعتراض درست ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"جو ہمارے بزرگ انگرس ہیں نئی چالوں والے۔ اور اتھروا اور بھرگو ہیں سوم رس تیار کرنے والے۔ اُن یگیوں کے لائق (بزرگوں) کی شُبھ متی (عقلمندی و خردمندی) میں ہم ہوں (اُن کی عقلمندی وغیرہ سے فائدہ اُٹھائیں) اور نفع رساں سُومنسیہ میں ہوں" (دیکھو نِرُوکت)

پس اگر اس منتر میں (جو صرف یجروید میں ہی نہیں بلکہ رگوید میں بھی آیا ہے) "اتھروید" کا ذکر خیر ہوتا

تو کیا اتنے بڑے منی بلکہ مہا منی اپنی نرکت میں نہ لکھتے - اور یہ تمہیں علم ہے کہ اس کتاب میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی کیئے گئے ہیں - پس سوچو اُن کے نزدیک اگر اس منتر میں اتھروید مراد ہوتی تو کیا وہ اس کو ذکر کیئے بغیر چھوڑ دیتے ؟ کبھی نہیں پس اُن کا ایسا کرنا ہی اس امر پر کافی روشنی ڈال رہا ہے کہ اس منتر میں اتھروید کی بُو تک بھی نہیں -

منتر ۵ ! تمہیں کچھ اور بھی بتلائیں - لو سنو - اور دھیان سے سنو ! کہ یہی منتر اتھروید میں بھی آیا ہے حوالہ کے لیئے دیکھو اتھروید کانڈ ۱۸ سوکت ۱ منتر ۵۸ بھاشیہ کھیم کرن جی جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۶۴ - اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ

"ہمارے بہت بڑے عالم بزرگ قابل تعریف اسوہ (نمونہ) والے (اور نئے نئے علوم وفنون حاصل کرنے والے) (اتھروانا) پُر سکینت طبیعت والے الخ (وغیرہ)

دیکھئے تیسرا آریہ مفسر بھی پنڈت لیکھرام ہی کی تکذیب کر رہا ہے - مگر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے - کہ اگر اس منتر میں "اتھروید" کا ذکر نہ تھا تو لیکھرام نے کیوں لکھا - اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقتاً اس منتر میں اتھروید کا ذکر نہیں ہاں ایک لفظ "اتھروانو" موجود ہے - لیکھرام نے اس سے دھوکا کھایا یا دھوکہ دیا اسکے متعلق ناظرین خود فیصلہ کریں -

سو "اتھروانو" سُنتے ہی لیکھرام صاحب خوش ہو گئے اور جوش میں آ کر لکھدیا کہ :-

"اس قسم کے بے بنیاد الزام ناکارہ ہی نہیں بلکہ بات بات میں ناکام ہیں"

یہ الفاظ وہی لکھ سکتا ہے جسکے پاس مخالف کے اعتراض کا زور توڑنے کے لیئے کافی سے زیادہ میٹیریل ہو - مگر افسوس کہ جسقدر زور لیکھرام کے الفاظ میں ہے وہ دلائل میں نہیں - ہاں ہم بتلا رہے تھے کہ "اتھروانو" شبد کے اصل معنیٰ نظر انداز کر کے لیکھرام نے اس سے مراد "اتھروید" لے لی جو حقیقت سے کوسوں دور تھی - کیونکہ اگر لفظ "اتھروانو" یا "اتھروا" یا "اتھرون" یا "اتھرو" وغیرہ کسی منتر میں آجانے سے اتھروید مراد ہو تو ہمارے خیال میں اس قسم کے منتر ہر چہار وید سے تقریباً چار درجن مل سکتے ہیں - مگر نہیں - ان الفاظ سے مراد اتھروید نہیں بلکہ یہ اپنے اندر اور ہی معانی رکھتے ہیں - اس جگہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر "اتھرو" یا "اتھروانو" سے مراد "اتھروید" ہوتا تو اسکے معنی مفسرین وید اتھروید ہی لیتے نہ کہ اور اور معنی کرتے -

ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ [illegible] چاروں ویدوں میں اس لفظ سے

کہیں بھی اتھروو وید مراد لیا ہے۔ وید کے اُن تمام مقامات کو دیکھ ڈالا جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ مگر ہم وثوق سے کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ایک بھی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں اتھروانو یا اتھروا یا اتھرون وغیرہ سے اتھروو ید مراد ہو۔ سوائے ایک جگہ کے جہاں رگ یجر سام کے ساتھ اتھروو کا ذکر خاص اتھروو وید میں آیا ہے۔ اور وہاں اتھروو سے اتھروو وید مراد لیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ مقام ایسا ہے جہاں ویدوں کا ذکر ہے۔ ہاں رگوید میں ایک جگہ سوامی جی نے "اتھروت" کے معنی اتھروو وید بتلائے ہیں جو سیاق سباق دیکھنے سے صریحاً باطل ہیں اگر کسی سماجی نے وہ مقام پیش کیا تو ہم بتلائینگے کہ وہاں کسی کی دال نہیں گلتی۔ لیکن ہمارے خیال میں وہاں سہو سے ایسا ہو گیا ہے ارادتاً نہیں اسلئے ذکر کے قابل نہیں۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ یہ لفظ مختلف صورتوں میں چاروں ویدوں میں کس کس مقام پر آیا ہے اور مفسرین نے اسکے کیا معنی کئے ہیں۔

(۱) اتھرون۔ محافظ عالم۔ یجروید ادھیائے ۱۱ منتر ۳۳ تفسیر سوامی دیانند صفحہ ۳۳۹۔ جلد اوّل

(۲) اتھروانا۔ بے ضرر۔ یجروید ادھیائے ۱۹ منتر ۵ 〃 〃 صفحہ ۷۰۸۔ جلد اوّل

(۳) اتھرو بھیہ۔ بے ضرروں کیلئے۔ یجروید ادھیائے ۳۰ منتر ۱۵ 〃 〃 صفحہ ۱۰۳۵ جلد دوم

(۴) اتھروا۔ قابل تعریف اشیاء ہیں۔ یجروید ادھیائے ۸ منتر ۵۶ 〃 〃 صفحہ ۲۶۸ جلد اوّل

(۵) اتھروا۔ محافظ۔ یجروید ۱۱ ۳۲ 〃 〃 صفحہ ۳۳۹ جلد اوّل

(۶) اتھروا۔ محافظ یجروید ۱۵ ۲۲ 〃 〃 صفحہ ۵۱۷ جلد اوّل

اب سام وید ملاحظہ ہو۔

(۷) اتھروانا۔ سکینت حاصل کئے ہوئے عالم۔ سام وید۔ اُتر آرچک۔ پرپاٹھک ۱۔ آردھ ۱ منتر ۲ تفسیر سوامی تلسی رام جی آریہ سماجی جلد دوم صفحہ ۶۵۲

(۸) اتھروا۔ پرماتما۔ سام وید پُورو آرچک پرپاٹھک ۱ آردھ ۱ منتر ۹ 〃 جلد اوّل صفحہ ۵۰

Digitized by Khilafat Library

اب رگوید میں دیکھئے:۔

(۹) اتھرونا۔ نہ ضرر پہنچانے والے۔ رگوید منڈل ۶ سُوکت ۱۶ منتر ۱۴ تفسیر سوامی دیانند جی جلد ۸ صفحہ ۱۱۲۲

(۱۰) اتھرو بھیہ۔ بے ضرروں کو۔ رگوید منڈل ۶ سُوکت ۴۷ منتر ۲۴ 〃 جلد ۲ صفحہ ۱۶۴۵

(۱۱) اتھروا۔ ضرر رسانی سے پاک۔ رگوید منڈل ۱ سُوکت ۸۰ منتر ۱۶ 〃 جلد دوم صفحہ ۱۳۷

(۱۲) اتھروا - بے ضرر کا بیٹا - رگوید منڈل ۶ سوکت ۱۶ منتر ۱۴ " جلد ۸ صفحہ ۱۱۴۲

(۱۳) اتھروا - اہنسک (بے ضرر) رگوید منڈل ۶ سوکت ۱۶ منتر ۱۳ " جلد ۸ صفحہ ۱۱۴۱

(۱۴) اتھروا - ضرر رسانی سے علیحدہ - رگوید منڈل ۱ سوکت ۸۳ منتر ۵ " جلد ۲ صفحہ ۱۴۰۲

(۱۵) اتھرویم - اپنی وہ فوج جو برباد نہ کرنے لائق ہو - رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۱۲ منتر ۱۰

" جلد دوم صفحہ ۱۸۹۵

اسی طرح دیکھو

(۱۶) $\frac{۷۸}{۱۲}$ ۱۰ (۱۷) (۱۸) $\frac{۹}{۷}$ ۸ (۱۹) $\frac{۲۱}{۴}$ ۱۰ (۲۰) $\frac{۴۸}{۲}$ ۱۰ (۲۱) $\frac{۱۴}{۹}$ ۱۰ $\frac{۱۱}{۲۰}$ ۹

(۲۲) $\frac{۱۲۰}{۹}$ ۱۰ - اسکے بعد اتھرو بھاش (تفسیر) پنڈت کھیم کرن داس ترویدی کا ملاحظہ ہو:-

(۲۳) اتھروا - بے حرکت ایشور - اتھروید کانڈ ۱۰ سوکت ۸ منتر ۴۴ کھیم کرن کا بھاشش

جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴۶

(۲۴) اتھروانام - مسکین طبیعت سپہ سالار - اتھروید کانڈ ۱۶ سوکت ۸ منتر ۱۶

بھاش از کھیم کرن جی جلد ۱۶ صفحہ ۳۲۷۶

(۲۵) ایضاً منتر ۱۷

(۲۶) اتھرونی - نشچل (غیر متحرک) اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۴۰ منتر ۲ " جلد ۲۱ صفحہ ۴۵۳۵

(۲۷) اتھرووت - پرسکون طبیعت والے رشی کی طرح - اتھروید کانڈ ۸ سوکت ۳

منتر ۲۱ " جلد ۸ صفحہ ۱۸۳۰

(۲۸) اتھروا - پرسکینت طبیعت والا انسان - اتھروید کانڈ ۵ سوکت ۲ منتر ۹

" جلد ۵ صفحہ ۹۳۴

Digitized by Khilafat Library

(۲۹) اتھروا - بے حرکت پرماتما - اتھروید کانڈ ۱۰ سوکت ۲ منتر ۲۶ " جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴۵

(۳۰) اتھروا - بلا تحرک ایشور - اتھروید کانڈ ۱۰ سوکت ۱ منتر ۱۳ " جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۲۴

(۳۱) اتھروا - حرکت سے مبرا پرمیشور - اتھروید کانڈ ۱۰ سوکت ۱ منتر ۱۷ " جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۲۷

(۳۲) اتھروا - حرکت سے خالی ایشور - اتھروید کانڈ ۱۸ سوکت ۳ منتر ۵۴ " جلد ۱۸ صفحہ ۳۴۶۱

(۳۳) اتھروا - نہ چلنے والا پرمیشور - اتھروید کانڈ ۱۹ سوکت ۴ منتر ۱ " جلد ۱۹ صفحہ ۳۵۵۳

(۳۴) اتھروا - پرسکینت رشی - اتھروید کانڈ ۱۹ سوکت ۵۴ منتر ۵ " جلد ۱۹ صفحہ ۳۸۲۳

منتر ۳۴ میں "اتھروا" کے ساتھ ہی "انگرادیو" بھی لکھا ہے - آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ ویدوں

میں کسی شخص کا نام نہیں۔ مگر یہاں بقول اُن کے اتھروید کے ملہم "انگرا" کا نام مرقوم ہے۔ اگر وہ یہاں انگرا نام کے معنی کرنے کے مجاز ہیں تو اتھروا کے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے لیکھرام جی نے "سکینت سے بھرا ہوا" رشی کئے ہیں۔

(۳۵) اتھروا۔ حرکت سے خالی ایشور۔ اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۲۵ منتر ۵ ،، جلد ۲۰ صفحہ ۳۹۸۷

(۳۶) اتھروا۔ پُرسکون طبیعت والا انسان۔ اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۰۷ منتر ۱۲ ،، جلد ۲۱ صفحہ ۴۳۸۸

Digitized by Khilafat Library

(۳۷) اتھروانا۔ نشچل سوبھاؤ والے (،،) اتھروید کانڈ ۱۴ سوکت ۳۷ منتر ۱ ،، جلد ۱۴ صفحہ ۸۸۵

(۳۸) اتھروانا مسکین طبع رشیوں نے۔ اتھروید کانڈ ۱۱ سوکت ۶ منتر ۲ ،، جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۲۳

(۳۹) اس منتر کے ترجمہ میں "اتھروا" "حرکت سے خالی ایشور" لکھا ہے۔

(۴۰) اسی طرح دیکھو۔ اتھروید کانڈ ۱۱ سوکت ۸ منتر ۱۳

(۴۱) ،، کانڈ ۱۸ سوکت ۱ منتر ۵۸ جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۶۴

(۴۲) اتھروانم۔ نشچل ،، کانڈ ۱۴ سوکت ۱ منتر ۷ ،، جلد ۱۴ صفحہ ۹۳۱

(۴۳) اتھروانم۔ پُرسکون انسان ،، کانڈ ۵ سوکت ۱۱ منتر ۱۱ جلد ۵ صفحہ ۹۹

اسی طرح اور بھی چند ایک ایسے مقامات گنا سکتے ہیں جن میں اس قسم کے لفظ آئے ہیں۔ اور وہاں مراد "اتھروید" نہیں لی گئی۔ مگر ناظرین کی طبع نازک پر ہم زیادہ بار نہیں ڈالنا چاہتے۔ پس جبکہ یہ اور اس قسم کے اور الفاظ پچاس کے قریب ویدوں میں آئے ہیں جنکے معنی مفسرین وید نے "اتھروید" نہ کرتے ہوئے اور کے اور ہی کر دیئے تو ہم کس طرح مان لیں کہ پنڈت لیکھرام کے پیش کردہ منتر (یجر ۱۹/۵) میں چونکہ اتھروانا لفظ ہے اس لئے وہاں اتھروید ہی مراد ہے حالانکہ اس منتر کے تین ترجمے مختلف علماء کی قلم سے نکلے ہوئے ہم نے پیش کر دیئے۔

یہاں ایک بات اور بھی قابلِ یادداشت ہے وہ یہ کہ اگر اس منتر میں آئے ہوئے لفظ "اتھروانا" کے معنی نہ کئے جاویں اور عرف عام میں "اتھروید" ہی سمجھ لیا جائے تو پھر اس لفظ کے ساتھ ہی دوسرے الفاظ کے معنی کرنے کا بھی کسی کو حق نہیں جیسے "انگرسو"۔ "بھرگوا" وغیرہ۔ جب ان کا مطلب بھی عرف عام میں انگرا رشی اور بھرگو رشی ہو سکتا ہے تو پھر آریہ سماجی ان ناموں کے معنی کیوں کر جاتے ہیں۔ اگر اتھروانا کے معنی نہ کرتے ہوئے عرف عام لیں تو انگرا اور بھرگو کے بھی معنی نہ کریں اور ان کو عرف عام میں جو سمجھا جاتا ہے وہ سمجھیں یعنی یہ خاص رشیوں کے نام ہیں۔

اور جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ انگرا اور بھرگو خاص رشیوں کے ہی نام ہیں تو سمجھ لو کہ ویدوں کا کچھ بھی نہ رہا۔ کیونکہ جس کتاب میں خاص اشخاص کا ذکر ہوگا وہ بقول آریہ سماج اُن لوگوں کے وقت یا بعد میں تصنیف ہوئی ہوگی اسلئے وہ قدیم اور ازلی نہیں ہوسکتی۔

آریہ دوستوں کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو اتھروانا کے معنی بے ضرر کردیں۔ یا اتھروانا کو عرف عام میں لیکر اتھروید مراد لیں اگر وہ اتھروانا کے معنی کرنے پر راضی نہیں تو پھر ساتھ ہی انہیں انگرا اور بھرگو کو بھی عرف عام کا واچک سمجھنا چاہیئے جس سے ویدوں کی قدامت کا مصنوعی قلعہ ریت کی دیوار کی طرح نہس نہس ہوجائیگا۔ پس سمجھو! اگر اتھروانا سے اتھروید مراد نلو اور دیگر علماء کی طرح اسکے معنی کرلو۔ جسکی تمہیں زیادہ ضرورت ہے۔ تو پھر ہمارے ہم نوا ہوکر باواز بلند کہدو کہ جری اللہ حضرت المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعتراض نہایت ہی زبردست ہے۔ اور کوئی نہیں (لیکھرام ہو یا اور کوئی) جو اسکی تردید و تغلیط پر قادر ہوسکے۔

ایڈیٹر:۔ زندہ باش۔

پنڈت لیکھرام کی نسبت پیشگوئی

اصل الفاظ:۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا **عجل جسد لہ خوار لہ نصب وعذاب** ××× خداوند کریم نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰؍ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلعم کے حق میں کی ہیں عذاب شدیدہ میں مبتلا ہوجائیگا۔

ملہم کی تشریح قبل از وقوع نشان ملاحظہ ہو کرامات الصادقین مطبوعہ ۱۸۹۳ء ٹائیٹل پیج کا آخری صفحہ ومنها ما وعدنی ربی و استجاب دعائی فی رجل مفسد عدو الله ورسوله المسمی لیکھرام الفشاوری واخبرنی ربی انه من الهالکین انه کان یسب نبی الله ویتکلم فی شانه بکلمات خبیثة فدعوت علیه فبشرنی ربی بموته فی ست سنة ان فی ذلک لآیات للطالبین۔

جو الفاظ موٹے کر دیئے گئے ہیں ان کے معنی ہیں خدا نے مجھے اس (لیکھرام) کی موت کی خبر دی کہ چھ سال کے اندر اندر ہو گی

دوسرا حوالہ شہادۃ القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء

اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیشگوئی جسکی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے۔

مخالف کیا سمجھے:۔ خود لیکھرام کی شہادت ہے کہ

اس خدا نے جبرئیل بھیج قادیانی کے کان میں ہماری موت کا الہام سنایا (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۳۲)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

اس قدر مسلم ہے کہ ۶ سال میعاد قتل لیکھرام کیلئے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں ضرور مقرر کیگئی تھی

(اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۸)

یہ پیشگوئی کس وضاحت سے پوری ہوئی (۱) اس میں بتایا گیا تھا۔ کہ چھ سال کے اندر اندر پوری ہوگی (۲) عید کے ساتھ ملے ہوئے دن میں پوری ہوگی۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب۔ (۳) یقضی امرہ فی ستۃ چھٹے تاریخ اور ۶ بجے کام تمام ہوگا (۴) اس دن چار بجے سے پہلے پنڈت لیکھرام مر جائیگا۔ (۵) اتوار کے دن یا رات کو اس کی موت ہوگی (۶) اپریل سے پہلے پیشگوئی پوری ہو جائیگی۔ کیونکہ وہ کشف جسمیں فرشتے نے کہا۔ لیکھرام کہاں ہے۔ اپریل سے پہلے کا ہے۔ (۷) معمولی بیماریوں سے موت نہیں ہوگی۔ (۸) موت قتل سے ہوگی۔ جیسا کہ ؎

Digitized by Khilafat Library

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ ✤ بترس از تیغ بران محمدؐ

میں بتایا گیا۔ (۹) قتل معمولی قتل نہیں ہوگا۔ بلکہ خارق عادت ہوگا۔ (۱۰) قتل کے بعد فوراً موت واقع نہ ہوگی۔ بلکہ کچھ دیر تک زندہ اور ہوش میں رہیگا۔ تاکہ تکلیف اور دردِ سے محسوس کرے۔ ممکن تھا۔ کہ قاتل سر اڑا دیتا۔ اور جان فوراً نکل جاتی۔ مگر اس نے ایسی جگہ مارا کہ ہوش قائم رہے۔ اور عذاب میں مبتلا رہا۔ (۱۱) حضرت مرزا صاحبؑ کا الہام تھا۔ کہ اس کے بعد فتنہ ہوگا۔ لوگ گورنمنٹ کے پاس اس بات کو لیجائینگے اور قتل کی سازش کا الزام لگائینگے۔ لیکن ناکام رہینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۱۲) جس طرح گوسالہ سامری کو جلایا گیا۔ اس کو بھی جلایا گیا۔ ہو سکتا تھا کہ کسی دریا میں غرق ہو کر مرتا کہ لاش ہی نہ ملتی۔ (۱۳) اس کی راکھ پھینکی جائیگی۔ ایسا ہی ہوا۔ (۱۴) جس طرح سامری نے نہیں مانا تھا۔ اسی طرح آریہ نہیں مانینگے۔ اب دیکھ لو یہ سب باتیں کس طرح پوری ہوئیں ✤

؎ لہ نصیب وعذاب الہام میں تھا۔

مباحثہ سرگودہ ۔ مباحثہ بمبئی ۔ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی
۸/ ۱۰/ ۶/

Digitized by Khilafat Library

دیو سماج اور ہم

نمبر ۲

ماہ جنوری ۱۹۲۳ء کے رسالے میں ہم نے اخبار جیون تت کے ان اعتراضات کا مفصّل جواب دے دیا تھا جو ہمعصر مذکور نے قرآن مجید کی تعلیم پر کیئے۔ اب ۱۶ جنوری کے اخبار میں دوسرا نمبر اس مضمون کا نکلا ہے جس میں یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں گناہ اور بدی کی تعلیم ہے۔ اور وہ گناہ اور بدی۔ کیا ہے گوشت خوری قربانی۔ ایک ہی وقت میں چار بیویوں سے نکاح۔ غلام رکھنے۔ جہاد بالسیف۔

اوّل تو یہ سوال حل طلب ہے کہ گناہ اور بدی ہے کس چیز کا نام۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی لکھا تھا بعض امور نیکی کا سرچشمہ ہیں اور انہیں کسی ایک یا دوسری وجہ سے گناہ اور بدی قرار دے لیا گیا ہے۔ سو یہ بالکل درست ہے کہ بدی اور گناہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا نام ہے اس لئے گناہ یا بدی کی تشخیص و تعیین سے پہلے ہستی باری تعالیٰ پر بحث ہونی چاہیئے۔ لیکن بات کو مختصر کرنے کے لئے۔ ہم دیو سماج کی بیان کردہ تعریف لے لیتے ہیں جو یہ ہے کہ گناہ یا بُرائی اُس عمل کا نام ہے کہ جس سے ایک انسان دوسرے انسانوں یا حیوانوں کو ناواجب بے انصافی پر مبنی نقصان پہنچاتا یا تکلیف دیتا ہے گو یہ تعریف غیر مکمل ہے کیونکہ گناہ صرف عمل کے اس حصے ہی کا نام نہیں جس کا ضرر دوسرے تک پہنچے کیونکہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں جن کا بد اثر انسان کی اپنی ہی ذات پر پڑتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ناواجب اور بے انصافی کی تشریح اور تعیین ہونی چاہیئے۔ یہی وہ بات ہے جس میں ہم آپ سے اختلاف کا حق رکھتے ہیں۔ آپ جس امر کو ناواجب اور بے انصافی ٹھیراتے ہیں ہماری بے لوث ضمیر کے نزدیک وہ فرض اور عین انصاف ہے۔ اب کہیئے کہ کسی امر کو گناہ یا بدی قرار دینے کے لئے یوں کر لیجئے۔ کہ دنیا میں مختلف علاقوں مختلف تمدنوں مختلف قوموں کی ان کے اپنے نزدیک مسلّمہ معزز و محترم مہذب و مقدس ہستیوں کے مشترکہ دستور العمل کو لے لیا جائے۔ جسے وہ برا سمجھتے ہیں وہ گناہ ہے اور جسے اچھا سمجھتے ہیں وہ نیکی۔ اس معیار پر آپ دیکھ لیں۔ آپ کو ماننا پڑے گا کہ جن باتوں کو آپ گناہ ٹھیراتے ہیں۔ وہ گناہ نہیں۔

گوشت خوری

گوشت خوری کے گناہ ہونے کی جو دلیلیں آپ نے دی ہیں۔ وہ بالکل بودی ہیں:۔

۱۔ "آنچہ برخود میپسندی بر دیگراں میپسند" اگر اسکے یہ معنی ہیں کہ کسی حلال جانور کا گوشت نہ کھایا جائے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ آپ بعض جانوروں سے سواری کیوں لیتے ہیں ان پر باربرداری کیوں کرتے ہیں۔ کیا یہ کام آپ اپنے اہل و عیال کے لئے پسند کرتے ہیں۔ کہ آپ پر سواری کی جائے جب نہیں تو حسب اصل مقررہ و مسلمہ جانوروں سے بھی یہ کام نہ لیا کریں۔ اگر آپ ایک حد مقرر کرینگے۔ تو گوشت خوری کے لئے بھی شریعت اسلام میں حد مقرر ہے نہ ہر ایک جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے نہ جانور کی ہر ایک چیز کھائی جاتی ہے نہ محض گوشت کھایا جاتا ہے بلکہ اسکے ساتھ کئی اور چیزیں ہیں جن سے آپکے بیان کردہ نقائص (دگر فی الواقعہ ہوں بھی تو) دور کر لئے جاتے ہیں۔

۲۔ جائز بچاؤ کے سوا کسی حیوان کو بھی اسکی زندگی سے محروم کر دینے کا حق نہیں:۔

ہم کہتے ہیں اسی طرح جائز ضرورت و حق کے سوا ہم بھی ناجائز جانتے ہیں۔ ایک استثنیٰ آپنے کیا ایک ہم کرتے ہیں۔ "زندگی سے محروم کر دینے کا حق نہیں" اوّل تو یہ خیال ہی غلط ہے کیونکہ ہم تو اسے اعلیٰ زندگی میں تبدیل کرتے ہیں۔ اور جو چیز جس مقصد کے لئے بنی ہو۔ اسمیں اسکا خرچ کرنا دریقین جائز سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک خلق لکم مافی الارض جمیعاً کے ماتحت دنیا کی ہر ایک چیز انسان کے فائدہ اٹھانے کے لئے بنی ہے۔ فائدہ اٹھانے کا ایک طریق گوشت کھانا بھی ہے۔ ورنہ آپ ہی کہئے۔ کہ آپ کو کیا حق ہے کہ جانوروں سے سواری و باربرداری کا کام لیں اگر مطلق قبضہ یا خورد و نوش و رہائش کا بندوبست کر دینے سے یہ حق حاصل ہو جاتا ہے تو آپ سے بھی یہ کام لیا جا سکتا ہے شائد آپ کی فطرت اسکے خلاف نہ بولے کیونکہ آپ ایک نہایت ہی ضعیف۔ "دکھوں اور عذابوں میں مبتلا" انسان کی پوجا کرنے کے عادی ہیں۔

۳۔ "گوشت خوری سے انسان کے رحم کے جذبہ کو نقصان پہنچتا ہے"

یہ بالکل مشاہدہ کے خلاف ہے گوشت خور قوموں میں دیو سماج کی مجموعی طاقت سے بڑھکر رحم دل نیکدل نرم اور حلیم انسان موجود ہیں۔ حد سے زیادہ نرمی اور رحمدلی معیوب ہے۔ اخلاق تو فطرتی جذبات کی تعدیل کا نام ہے۔

Digitized by Khilafat Library

۴۔ "گوشت خوری کیلئے مفید حیوانوں کو دوسرے مقاموں میں پہنچانیکے لئے سخت سنگدلانہ سلوک کیا جاتا ہے"

سفر میں تکلیف سب کو ہوتی ہے۔ انسانوں کو حیوانوں سے زیادہ تکلیف کا احساس ہے۔ انتقال مکانی کئی اور وجوہات سے بھی کرنا پڑتا ہے تو کیا تکلیف کے خیال سے چھوڑ دیا جائے۔ باقی جائز ضرورتوں کو مہیا نہ کرنا بری بات ہے۔ لیکن اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ ذبح کرنا برا ہے۔ ذبح ایک الگ

فعل ہے اور ریل گاڑی یا جہاز میں مناسب آرام دینے کی کوشش نہ کرنا الگ بات ہے۔ سنگدلانہ سلوک تو ہلوں اور کوؤں میں جوتنا۔ اور ان سے بوجھ اٹھوانا سواری لینا بھی ہے۔ کیا یہ آپ کے مذہب میں جائز ہے؟

۵ "کسی فرضی معبود کو خوش کرنے کیلئے کسی حیوان کا قتل اخلاقاً جائز نہیں۔"

صرف اخلاقاً کا لفظ استعمال کر دینے سے کسی چیز کو خلاف اخلاق کہہ دینے کا حق حاصل نہیں ہو جاتا۔ مسلمان اس بات کے قائل نہیں کہ قربانی کا گوشت یا خون یا اسکی بو معبود برحق کو پہنچتی ہے۔ قربانی میں تو اپنا مال و جان قربان کر دینے کی مشق ہے اور ایثار کی اس روح کو پیدا کیا جاتا ہے جس سے دیو سماج محروم ہے اور محروم رہے گا۔ قربانی میں انسان کا اپنا ذاتی و اخلاقی و مجلسی و قومی فائدہ ہے اے کاش آپ اسکے فلسفے سے آگاہ ہوتے۔ تو یہ اعتراض نادانی سے نہ کرتے۔

یہ اعتراض کہ "اگر کوئی شخص کسی احمدی کے بچے کو کاٹ کر اپنے معبود پر چڑھا دے تو کیا جائز ہے" فضول اور قربانی کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے ہم قربانی کی یہ صورت ہی نہیں مانتے کہ کسی حیوان کو کاٹ کر آگ کی نذر کر دیا جائے۔ حیوان کا گوشت غریبوں اور مسکینوں کو کھلایا جاتا ہے اور انکی تواے انسانیت کی تقویت و تکمیل میں مدد دی جاتی ہے اور اپنے اندر اعلیٰ اخلاق ایثار وغیرہ پیدا کیئے جاتے ہیں۔ دوم ایک ہوتا ہے نفس فعل اور ایک اس فعل کا مصرف۔ نفس فعل قربانی تو جائز ہے لیکن کسی انسان کا بچہ کاٹ دینا بلحاظ مصرف غلط ہے اور ہم جو کسی دیوی پرست کے ایسے فعل پر ناراض ہونگے تو اسلئے کہ ہمارے نزدیک معبود کو خوش کرنے کا یہ طریق نہیں ہے۔ اسکی مثال خیرات و صدقہ ہے جو آپکے نزدیک بھی ایک کار ثواب ہے۔ لیکن مصرف کے لحاظ سے وہی خیرات ناجائز بھی کہی جا سکتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

۶ "جیوانوں کو (گوشت خوری سے) ادنیٰ سے اعلیٰ حالت میں منتقل کرنا ایک ڈھکوسلہ ہے جیوانوں کے مقابل میں انسان کثیر صورتوں میں اپنے کرموں کے لحاظ سے بہت ردّی اور گھٹیا وجود ہے۔"

بے شک جو انسان کسی دوسرے انسان ہاں دکھوں و عذابوں میں گھرے ہوئے عاجز انسان کی پوبار کرتے ہوں ان کا ضمیر مر جاتا ہے اور انسانیت کی ان کے نزدیک کچھ قدر نہیں رہتی یا رہنے دی جاتی۔ وہ اکثر حالتوں میں کہے سکتے ہیں کہ ہم کتّے سے بدتر ہیں۔ لیکن ہم خدا کے فضل سے انسان ہیں اور انسان کے مقابل میں کسی مخلوق کی افضلیت و اشرفیت کے قائل نہیں۔ کسی جانور میں اگر کوئی خوبی پائی جائے تو وہ خوبی اور نیکی کہلانے کی مستحق ہی نہیں۔ کیونکہ جانوروں کی خوبیاں اصلی نہیں۔ اور نہ کوشش سے حاصل کی گئی ہیں بلکہ وہ تو فطرتی بات ہے اسی پر ان کو پیدا کیا گیا ہے بخلاف اسکے انسان جہاں اپنے

اعمال سے اعلیٰ سے اعلیٰ بن سکتا ہے وہاں ادنیٰ سے ادنیٰ بھی بن سکتا ہے۔ لیکن ہے۔ بہرحال انسان۔ جیسے سونا ہے۔ مٹی میں مل جائے تو بھی سونا۔ پاخانے میں آلودہ ہو تو بھی سونا۔ پس حیوان انسان کا جزو بدن بن کر بہرحال اعلیٰ حالت میں منتقل ہوتا ہے کیونکہ نفس حیوانیت سے نفس انسانیت بہر صورت اعلیٰ و افضل و اولیٰ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

یہ اعتراض کہ پھر ایک گورے کو بھی حق پہنچتا ہے کہ کالے کو ہڑپ کر جائے۔ ایک مغالطہ ہے کیونکہ یہ خیال ہی غلط ہے کہ گورا اعلیٰ اور کالا ادنیٰ۔ اگر آج گوری قومیں حکمران ہیں مہذب ہیں تو ایک وقت کالی قومیں حکمران و مہذب رہ چکی ہیں۔ مگر یہ آج تک نہیں سنا گیا کہ کسی زمانے میں کوئی انسانوں پر حکمران رہے ہوں۔ آپ نے ٹھیک لکھا ہے کہ اعلیٰ پن کا تقاضا تو یہ ہے۔ کہ چھوٹے یا کمزور کی مدد کی جائے۔ ہم یقیناً گوشت خوری یا قربانی سے حیوانوں کی مدد ہی کرتے ہیں اور انہیں جزو بدن بنا کر اعلیٰ حالات میں منتقل کرنے کا بہترین فرض سرانجام دیتے ہیں۔ اگر آپ انسان پرستی کے بدترین مرض میں گرفتار ہو کر یہ جذبہ یہ جرأت اپنے اندر نہیں پاتے اور اس نیکی سے محروم ہیں۔ تو دوسروں پر آوازے کیوں کستے اور جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔

آپ کا بار بار یہ کہنا کہ جیووں کو ایذاء پہنچائی جاتی ہے بالکل ایک تخیل اور وہم پر مبنی ہے اور مشاہدہ واقعہ کے خلاف ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں اور ہر ایک ڈاکٹر علم زندگی سے آگاہ شخص اسکی تائید کریگا کہ بیل کو ہل یا کوئیں یا خراس میں جوتنے سے جو تکلیف ہوتی ہے اس سے بہت ہی کم ذبح میں تکلیف ہوتی ہے بلکہ ہوتی ہی نہیں اگر مناسب شرائط مقررہ اسلام کے ساتھ ہو۔

دوم یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ جانوروں کے گوشت سے اخلاق پر مضر اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ اول تو محض گوشت کھایا ہی نہیں جاتا۔ دوم ہم تو مسلمانوں پر اس کا کوئی خاص و امتیازی اثر نہیں دیکھتے سوم مختلف جانوروں کا گوشت کھانے سے ایک کے ضرر کا دوسرے کے نفع سے ازالہ ہوتا رہتا ہے چہارم جانوروں کے گوشت کے اثر سے اگر غضب اور درندگی بڑھتی ہے۔ تو جن چیزوں سے ان کا گوشت بنا ہے وہ بھی چھوڑ دینی چاہئیں یعنی سبزیاں۔ پنجم۔ اگر یہ صحیح ہے تو دودھ بھی دراصل خون ہی ہے۔ آپ دودھ بھی چھوڑ دیں کیونکہ یہ تو حال کی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ بھینس کے دودھ سے عقل ڈال ہو جاتی ہے وغیر ذالک۔

کثرت ازدواج

ا۔ "انسانی سوسائٹی کا ایک بڑا حصہ کثرت ازدواج کی افسوسناک سوشیل برائی کی خرابیوں کو محسوس کر کے

سخت نفرت کرنے لگ گیا ہے"

افسوس ہے کہ ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہر ایسی بڑی قوم کے مسلّمہ مقدس و محترم بزرگوں میں سے اکثر کا عملدرآمد کثرت ازدواج پر تھا۔ اور ان کے اس فعل پر نفرت کا اظہار نہیں ہوا۔ بلکہ ان کا یہ تعامل بہت سی برکات کا موجب ہوا۔

Digitized by Khilafat Library

۲۔ "مرد اور عورت کے حقوق بحیثیت ایک انسان کے برابر ہیں آیا عورتیں بھی ایک ہی وقت میں چار چار خاوند بنا کر کے نیکی کے اس سرچشمہ کو اور بھی ترقی دیں"

آپ مہربانی فرما کر اس عبارت کو پھر پڑھیں کس قدر احمقانہ اور بیوقوفانہ یہ قول ہے کہ عورت اور مرد کے حقوق برابر ہونیکا ثبوت اسی طرح دیا جا سکتا ہے۔ کہ عورتوں کو بھی ایک ہی وقت میں چار خاوندوں کی اجازت ہو۔ بندۂ دیوگورو! ایک مرد کی چار بیبیاں ہوں تو اولاد میں ترقی ہو سکتی ہے کیونکہ ایک شخص مختلف کھیتیوں میں بیج ڈال سکتا ہے مگر مرد زیادہ ہوں تو ایک بی بی زیادہ اولاد نہیں دے سکتی۔ کچھ اور قباحتیں بھی اس میں ہیں۔ بہ حیثیت انسان عورتوں کے حقوق بھی مردوں کے مساوی ہیں ولھن مثل الذی علیھن۔ مگر باوجود اسکے درجہ اور فرض متعلقہ کی نسبت سے ان میں امتیاز اور فرق ضرور کیا جاتا ہے اور کیا جانا چاہیئے۔

۳۔ "ایک بیاہے مرد کو دوسرے نکاح کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسی ضرورت کسی شادی شدہ عورت کو بھی پیش آسکتی ہے"

اگر ایسی ضرورت در پیش ہو۔ یعنی مرد بوجہ نامردی غرض شادی پوری نہ کر سکے تو عورت خلع کرا سکتی ہے

۴۔ "مرد کو بھی عورت کی حین حیات میں اسکے لئے وفادار رہنے کی ضرورت ہے"

وفاداری کے معنی معاہدہ پورا کرنے اور عہد جو باہم ہوا اسکو نباہنے کے ہیں۔ جب ہمارا مذہب ہی یہ ہو۔ کہ ایک مرد چار تک بیبیوں سے ایک وقت نکاح کر سکتا ہے تو پھر دوسرا تیسرا یا چوتھا نکاح کر لینے میں کونسی عہد شکنی لازم آئی۔ ہاں اگر معاہدہ نکاح میں یہ شرط کر لی جائے مرد دوسری شادی کسی حالت میں نہیں کرے گا تو اسکی پابندی کی جاتی ہے۔

غلامی

۱۔ "اسلام مردوں کو چھوڑ کر غیر مسلم عورتوں تک کو اپنے قبضے میں لا کر بھیڑ بکریوں کی طرح گھناؤنی تعلیم دیتا ہے"

یہ آپنے بالکل غلط اور خلاف واقعہ کہا۔ اسلام ہر غیر مسلم عورت کے متعلق یہ حکم نہیں دیتا بلکہ جیسا کہ آپ کو خود مولوی نذیر احمد کا ایک نوٹ نقل کرنا پڑا۔ "صرف وہ کافر لونڈی مراد ہے جو مذہبی لڑائی میں پکڑی آئے" مذہبی لڑائی آپ جانتے ہیں کس چیز کا نام ہے؟ اگر کسی جگہ کے غیر مسلم محض از راہِ عناد و دشمنی مسلمانوں کو ان کے مذہب اسلام سے پھیرنے اور تباہ کرنیکے لئے لڑنے کے لئے چڑھائی کریں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کا دفاع کریں۔ چونکہ انہوں نے مذہب (جو مال و جان سے زیادہ عزیز چیز ہے) پر حملہ کیا۔ اسلئے سزا ہی کے لئے ان کے ناموس پر (جو اس سے کم درجے پر ہے) حملہ جائز ہے۔

آپ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اگر عیسائی لوگ مسلمان مردوں اور عورتوں سے یہ سلوک کریں تو جائز ہوگا ہم کہتے ہیں کوئی مسلمان بحالت اسلام کسی غیر مذہب والے پر اس کا مذہب بجبر بدلوانے کے لئے حملہ نہیں کرتا۔ اگر کرے تو اس حملے کیئے گئے مذہب والے کی آسمانی کتاب میں اگر یہ حکم ہو تو بے شک اسپر عمل جائز ہے۔

۲۔ "قرآن مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ کئی کئی منکوحہ عورتوں کے ساتھ ان لونڈیوں کے ساتھ بھی شہوانی تعلق پیدا کرے" "کئی کئی" تو نہیں۔ چار تک منکوحہ عورتوں کے ساتھ لونڈیاں رکھنی جائز ہیں۔ "شہوانی تعلق" اس مفہوم کو ادا نہیں کرتا بلکہ اسکے خلاف ایک مقصد ہے جس کے لئے ان کو رکھنے کی اجازت ہے۔ یہ تو ان حربی کفار کی عزت افزائی ہے کہ جنگی قیدیوں کو ذلیل نہ کیا بلکہ اپنے گھر میں بی بی بنا کر رکھا۔ تاکہ اولاد پیدا ہو اور وہ اس مسلمان کے مال و کاروبار میں شریک ہو۔ اور اس اولاد کی ماں یعنی وہ لونڈی پھر فروخت نہ ہو سکے۔

Digitized by Khilafat Library

غلام اور لونڈیوں کے متعلق اسلام کے تمام احکام آپ دیکھیں تو آپ پر واضح ہو جائے کہ اسلام نے تمام متمدن قوموں سے بڑھکر فیاضانہ سلوک جنگی قیدیوں سے کیا۔ اور غلام بنانے کا منشاء یہ ہے کہ ان کو حقوقِ شہریت سے محروم نہ کیا جائے۔

آپ تو بھیڑ بکریوں کی طرح خرید و فروخت کہ رہے ہیں۔ حالانکہ خود آپ لوگوں کا یہ حال ہے کہ مغت میں ایک دکھوں اور عذابوں میں مبتلا انسان کی ذہنی اور دماغی غلامی میں ہیں۔ اور اسکے نیچے سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں کیونکہ آپکی ڈائریاں اور اندرونی حالات اسکے قبضے میں ہیں۔ اسلام میں بیسیوں ایسے احکام ہیں جنکا یہ مقصود ہے کہ یہ غلام جن پر بہت سا روپیہ اور محنت صرف ہوئی ہے آزاد ہو جائیں چنانچہ مسلمانوں نے اپنے وقت میں سینکڑوں غلام آزاد کیئے۔ اور لونڈیوں کی بیاہتا بیبیوں ایسی عزت افزائی کی۔ معلوم نہیں۔

Digitized by Khilafat Library

آپکو ہنسکو جو بیبیوں کے ساتھ لونڈیاں رکھنے میں کیا برائی معلوم دیتی ہے جب نفس فعل آپکے نزدیک بھی جائز ہے تو ایک سیر دودھ ایک برتن میں پی لیا یا پانچ مختلف پیالوں میں کرکے پی لیا۔

مذہب کیلئے تلوار سے لڑائی

جہاد کے متعلق ہم جنوری کے رسالے میں مفصل لکھ آئے ہیں وہاں ہم نے تفصیل سے سب اعتراضوں کا جواب دیدیا تھا معلوم نہیں بغیر کسی مزید حاشیئے کے انہی اعتراضوں کو دہرانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

۱۔ حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کا یہ قول کہ ہم اور تم میں کھلم کھلا عداوت قائم ہوگئی ہے جب تک تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ۔ کیوں قابل اعتراض ہے۔ عداوت کے معنی برا سمجھنے کے ہیں اور اسمیں کیا شک ہے کہ ایک خدا پرست مشرک کے شرک کو برا سمجھیگا۔ یہ عداوت کسی ذاتی وجہ سے نہیں بلکہ محض ایک مذہبی عقیدہ کی بنا پر ہے۔ جیون تت ۲۳ جنوری میں اعلیٰ کریکٹر کی ایک صفت یہ لکھی ہے "کسی غیر انصافانہ قانون یا قاعدہ یا رسم و رواج یا کام کے سمبندھ میں ناراضگی یا نفرت کا اظہار"

۲۔ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کردو۔ اسکی نسبت بھی بتادیا گیا تھا کہ یہ صرف ان مشرکوں کی نسبت ہے جو برسر پیکار ہیں اور جن کو باضابطہ اعلان جنگ دیا جاچکا ہے اور جو بہت سے غریب مسلمانوں کو محض مذہب اسلام قبول کرنے پر شہید کرچکے ہیں۔ تو یہ بات کہ اگر وہ توبہ کریں تو ان کا رستہ چھوڑدو۔ محل اعتراض نہیں بلکہ غایت رحم دلی پر مبنی ہے یعنی مجرموں کو جو کسی سلطنت کے قانون میں بھی قابل معافی نہیں۔ ایک رعایت دیدی گئی کہ اگر وہ اپنے افعال پر نادم ہوں اور مذہب اسلام قبول کرلیں تو اخوت کے رشتہ میں انہیں چھوڑدیں۔ یہ تو بڑی وسیع القلبی کا ثبوت ہے جسے آپ ایسی تنگ نظری سے دیکھ رہے ہیں مشرکوں کے قتل کا حکم تو آپنے پڑھ لیا مگر یہ نہ پڑھا کہ میدان جنگ میں بھی اگر کوئی مشرک پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجائے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ محض مشرک ہونیکی وجہ سے حکم قتل کا اجراء نہیں ہوا۔

۳۔ سورۂ توبہ کی ایک اور آیت پر بھی آپکا اعتراض ہے جو ان اہل کتاب کے متعلق ہے جن کے کچھ نشانات بتادیئے گئے ہیں۔ وہ نشانات کیا ہیں اسپر تفصیلی بحث ریویو ماہ جنوری میں ہوچکی ہے۔ اسمیں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اگر مطلق اہل کتاب ہونیکی وجہ سے مقاتلہ کا حکم ہوتا۔ تو حتیٰ یعطوا الجزیۃ کیوں آتا۔ یعنی ٹیکس دیدیں تو اسلامی سلطنت میں رہ سکتے ہیں جسکے معاوضہ میں انسے فوجی خدمت نہ لی جائیگی اور انکی حفاظت کی جائیگی۔

۴۔ حضرت اقدس ؑ کے ایک کلام سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا کوئی مستحسن فعل نہیں۔ وہ خدا پرستی سچی خدا پرستی ہی نہیں جو نبی وقت کی تعلیم کے مطابق نہ ہو۔ کیونکہ اس ذات وراء الوراء ذات کا صحیح علم بغیر اسکے مامور کے ہو نہیں سکتا۔ جن دس ہزار یہودیوں کے ایک ہی دن میں قتل ہونیکا ذکر ہے باغی تھے۔ اور بغاوت کی سزا موت اور جلاوطنی ہے۔ عورتوں بچوں بوڑھوں کو کچھ نہیں کہا گیا۔ پھر یہ فیصلہ بھی ان کے مسلمہ سرپنچ نے کیا تھا لہٰذا حضرت نبی کریم ؐ پر اسکے متعلق نکتہ چینی نہیں ہوسکتی۔

۵۔ سلطان محمود غزنوی کے حملوں کا ذکر جو آپنے کیا اس کا کافی جواب مسلمان کئی بار دے چکے ہیں اور اب بھی دیا جاسکتا ہے مگر بحث مذہب سے نکل کر سیاست میں چلی جائیگی۔ اور یہ ہمیں منظور نہیں۔ تعجب ہے کہ آپکو ابھی تک یہ معلوم نہیں یا اسے بطور راز کے اپنے سینہ

ہندوؤں کے چند فرقوں کے نام

(۱) آنند پوری (۲) بابو پنتھی (۳) بیراگی (۴) بالاشاہی (۵) بال بھگتی (۶) بالمیکی (۷) برہماگ سنگھ (۸) بیلی رام بابا (۹) بھگیہ تھبیہ (۱۰) بھیروں اُپاسک (۱۱) بشنوئی (۱۲) برہم پنتھی (۱۳) چیانو (۱۴) دادو پنتھی (۱۵) دیوی اُپاسک (۱۶) دھنہ بھگت (۱۷) گنجا مالی (۱۸) غریب داسی (۱۹) گوپال چند (۲۰) گورکھ پنتھی (۲۱) گگا پیر (۲۲) گورو دتہ بابا (۲۳) گوگوبند سنگھی (۲۴) گوسائیں (۲۵) ہنومان اُپاسک (۲۶) ہری داسی (۲۷) جین بھگت (۲۸) جے کشنی (۲۹) جینی (۳۰) جواہر سنگھ بابا (۳۱) جوگی پنتھی (۳۲) کبیر پنتھی (۳۳) کلادھاری (۳۴) کالو بابا (۳۵) کمال ناتھی (۳۶) خواجہ خضر (۳۷) کرشن اُپاسک (۳۸) لچھمن اُپاسک (۳۹) لال بیگی (۴۰) لال داسی (۴۱) لال گورو (۴۲) مہیشی (۴۳) مارکنڈا اُپاسک (۴۴) موہن داسی (۴۵) نکودر داسی (۴۶) نام دیو پنتھی (۴۷) نانک پنتھی (۴۸) ناتھ بنسی (۴۹) نرنکاری (۵۰) نرملا (۵۱) پہلاد بنسی (۵۲) پنج پیریہ (۵۳) پرنامی (۵۴) رامانندی (۵۵) رام چندر اُپاسک (۵۶) رام داسی (۵۷) رام رایا (۵۸) دریا اُپاسک (۵۹) سالو بھائی (۶۰) سنیاسی (۶۱) ساانول شاہی (۶۲) سراوگی (۶۳) شام داسی (۶۴) شام جی (۶۵) شمسی (۶۶) شِو اُپاسک (۶۷) سِدھ (۶۸) سِکھ (۶۹) سینلا اُپاسک (۷۰) سلطانی (۷۱) سندر پنتھی (۷۲) سُوریہ اُپاسک (۷۳) ست صاحبیہ (۷۴) اُداسی (۷۵) ویشنو (۷۶) زو آور بابا۔ (منقول از "دُکھ کی کتھا" صفحہ ۱۱ و ۱۲) مصنفہ لالہ جے چند آنجہانی منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب)

Digitized by Khilafat Library

لالہ جے چند صاحب نے تو شرماتے ہوئے صرف ۷۶ ہندو فرقوں کے نام لکھے۔ مگر ان کے عقائد و عبادات رسم و رواج وغیرہ کا ذکر تک نہ کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو ویدوں کے قطعی مخالف اور وِرودھی ہیں۔ بلکہ مشرکانہ عقائد کے حامل اور عناصر پرستی کے دلدادہ اور انسان پرستی کے گرویدہ۔

"مسلمانوں میں بہتّر فرقے" سُن کر آریہ دوست بڑے خوش ہُوا کرتے ہیں مگر انہیں اتنی خبر نہیں کہ اگر مسلمان بفرضِ محال بہتّر فرقوں میں منقسم بھی ہوں۔ تب بھی وہ اس قسم کے گندے سڑیل اور رذیل عقائد نہیں رکھتے۔ جس قسم کے کہ ہندوؤں کے مندرجہ بالا ۷۶ فرقوں میں سے اکثر۔

اور انہی ۷۶ پر ہی بس نہیں اگر تحقیق کی جائے تو سینکڑوں تک نمبر پہنچ سکتا ہے۔ جن کے متعلق انشاء اللہ پھر کبھی لکھیں گے۔ آریہ معترضین کو چاہیئے کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا بعد میں دیکھا کریں پہلے اپنی آنکھ کے شہتیر کے درشن کر لیا کریں ؎

ایڈیٹر:- ہمارے مضمون نگار نے تو ہندوؤں کے فرقوں کی تعداد سے اور نتیجہ نکالا ہے جو درست ہے۔ مگر میں احباب کرام کو ان کے فرض کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو یہ ہے کہ ان تمام فرقوں کے عقائد و حالات و خیالات سے آگاہی حاصل کر کے ہمیں ان میں اشاعت اسلام کرنا ہے اور ان بھولے ہوؤں کو راہ راست پر لانا اور صراط مستقیم دکھانا ہے۔ پس سوچنا چاہیئے کہ صرف ہندوستان میں ایک ہی قوم کے متعلق کتنا وسیع اور اہم کام ہمارے ذمے ہے اور اس کے لئے ہمیں کس قدر چستی سے کمربستہ ہونے کی ضرورت ہے ؎

Digitized by Khilafat Library

آریہ سماج کے بنیادی اصولوں کی تردید ویدوں سے

اواگون کے خلاف وید منتر

اس ہیڈنگ یا سرخی کے ماتحت ایک مختصر سا مضمون مدت ہوئی "تشحیذ الاذہان" میں سپرد قلم کیا تھا۔ جو جولائی سنہ ۱۹۲۱ء میں چھپا اور بعد میں ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع ہوا۔ جس میں آریہ سماج کے ان تمام بنیادی اصولوں کی تردید عقلی دلائل سے نہیں بلکہ خاص وید منتروں سے کی گئی تھی۔ جو ہمارے اور آریہ سماجیوں کے مابین مابہ النزاع رہتے ہیں یعنی "ازلیت وید" "محفوظ عن التحریف والالحاق وید" "وید چار ہیں" "قدامت مادہ" "تناسخ" وغیرہ۔ جس کا جواب آریہ سماج کی طرف سے آج تک نہیں ملا۔ اس مضمون میں سماج کے اس خاص مسئلہ پر بھی وید کی رو سے روشنی ڈالی تھی جس کے ساتھ ہر ایک سماجی کو خاص دلچسپی ہے یعنی "تناسخ" اسلئے بعض آریوں نے ہمارے احمدی احباب کو جو ان سے اس کا جواب طلب کرتے تھے یہ کہکر ٹال دیا کہ اس منتر کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اس لئے ہم جواب نہیں دے سکتے۔ اور بعض نے کہا کہ چونکہ یہ ترجمہ ایک مسلمان کا ہے اس لئے غلط ہے صحیح ترجمہ ہونا چاہیئے۔ ہم جانتے ہیں کہ آریہ سماج میں بھرتی ہونیوالے بہت سے ایسے ہیں جو روشن اور بین دلائل کو دیکھتے ہوئے محض دفع الوقتی اور پیچھا چھڑانے کے لئے اس قسم کے بودے عذرات کر کے کنی کترا جایا کرتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ

ہم نے اتھروید اس منتر کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ اور یہ حوالہ اپنے پاس سے گھڑ کر نہیں لکھا تھا بلکہ اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۳۸ کا تیسرا منتر ہے۔ یہی نہیں بلکہ خفیف سی تبدیلی کے ساتھ رگوید میں بھی آیا ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھو رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۵ منتر ۵ مطبوعہ اجمیر صفحہ ۶۳۴

اب ہم اس منتر کا پورا پتہ دینے کے بعد ممبران آریہ سماج کے سامنے ازسرِنو بغرض جواب پیش کرتے ہیں۔ اُمید ہے اب تو جواب دینے میں اُنہیں کوئی عذر نہ ہوگا۔ ہاں آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اُس کے اعمال وافعال کے نتیجے میں دوسرے جنم میں ادنیٰ یا عمدہ حالت میں پیدا کرتا ہے۔ اور یہ امیری غریبی۔ غنا اور فقیری تندرستی اور بیماری انسانوں کے پہلے اعمال کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو امیر کسی کو غریب کسی کو عالم کسی کو جاہل محض اپنے ارادہ اور مرضی سے نہیں بنایا۔ بلکہ اُس کا ان کو ایسا بنانا انہی کے پہلے کرموں کا پھل اور نتیجہ ہے۔ مگر جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا ہے سماج کی یہ تھیوری یا دلیل وید کی رُو سے باطل ہے۔ کس طرح؟ رگ اور اتھروید میں آیا ہوا مندرجہ ذیل منتر:-

"اہم ایو سویم اِدم ودامی جشٹم دیوبھر اُت مانو شابھی یم کامیئے تن تم اگرم کرنومی تم برہمانم تم رِشیم تم سُومیدھام"

ترجمہ - مَیں خود ہی (خدا) یہ کہتا ہوں جو دیوتاؤں اور انسانوں کا پیارا ہوں (کہ مَیں) جسکے لئے چاہتا ہوں اُسے بڑا بناتا ہوں۔ اور جس کو چاہتا ہوں اُسے برہما بناتا ہوں۔ جسکے لئے میری خواہش ہو اُسے رِشی بنا دیتا ہوں اور جسکو چاہوں اُسے عقلمند اور دانا بناتا ہوں۔ پس جب پرمیشور اپنی مرضی اور خواہش سے ہی جسے چاہے بڑا بنائے جسے چاہے عقلمند بنائے۔ تو پھر یہ کہنا کہ موجودہ تفریق روحوں کے پہلے اعمال وافعال کا سبب ہے، غلط۔ اور فضول ٹھیرتا ہے۔ اب جبکہ خود آریہ سماج کا مایۂ افتخار وید ہی اس عقیدہ کو بیخ وبُن سے ہلا رہا ہے۔ تو پھر ادھر اُدھر کی ظنی باتیں لیکر اس روحانیت سے خالی عقیدہ کی (جس سے خود خدا کی کمزوری اور ناطاقتی ظاہر ہوتی ہے) تائید کرنی اور اسکی سچائی پر زور دینا سراسر حماقت ہے، پس اے آریہ سماج کے ممبرو! اگر تم وید کو اپنے لئے واجب العمل کتاب سمجھتے ہو تو اس قسم کے منتروں کی موجودگی میں تمہارا یہ باطل عقیدہ قائم نہیں رہ سکتا۔ تم کہتے ہو تفریق مراتب پہلے اعمال کا ثمرہ ہے۔ اس میں خدا کی خدائی کا کوئی دخل نہیں مگر وید کہتا ہے کہ یہ فرق اور اختلاف خدا کی مرضی وخواہش ہے ہے پس تمہارے لئے دو ہی راہیں ہیں یا تو وید کو جواب دیدو یا اس

ڈھکو سلے سے باز آؤ۔

ہاں اس منتر کو ہمارے ترجمہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے بعض آریہ ضرور کہیں گے کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ سو ہم ان کے کسی قسم کے بھی عذر کو باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ اس لئے اپنے ترجمہ کی تصدیق کے لئے ایک نہیں دو نہیں تین نہیں چار نہیں بلکہ آریہ اور ہندو سماج کے پانچ فاضل پنڈتوں اور ماہرین وید کا نام پیش کرتے ہیں جنہوں نے اپنی تصانیف میں اس منتر کا وہی ترجمہ کیا ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔ سنو اور غور سے سنو۔

اوّل پنڈت راجا رام صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور نے بھی اپنی تصنیف ویدا پدیش حصہ اوّل کے صفحہ   پر یہی ترجمہ کیا ہے۔

دوم پنڈت اکھلانند جی مہاراج کوی رتن جو کبھی سماج کے ہیڈ اُپدیشک تھے۔ اپنی کتاب اتھرو وید آلوچن میں یہی ترجمہ کرتے ہیں۔

سوم پنڈت بھیم سین جی جو کسی وقت بانیٔ آریہ سماج کے دست راست تھے۔ اپنی تصنیف کردہ "آریہ مت نرا کرن پرشناولی" رسالے میں ہمارے ہی ترجمہ کی تائید کرتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

چہارم۔ شریان پنڈت شوشنکر جی کا دیہ تیرتھ جو آریہ سماج میں ویدوں کے عالم سمجھے جاتے ہیں اپنی ضخیم کتاب ویدک اتہاس نرنے کے صفحہ ۴۶۸ پر ہمارے ہی ترجمہ کی تصدیق کرتے ہیں۔

پنجم۔ اتھرو وید کے بھاشیہ کار (مفسّر) آریہ سماج کے فاضل پنڈت کھیم کرن جی دشو ویدی اتھرو وید کے بھاشہ جلد ۲ کے صفحہ ۸۳۹ پر اس اتھرو ویدی منتر کا ترجمہ یہی کرتے ہیں جو ہم نے کیا۔

پس وہ سماجی دوست جو یہ کہکر جواب سے کنی کترا جاتے ہیں۔ کہ یہ ترجمہ مسلمان نے کیا ہے۔ وہ اپنے پوچ عذر کو واپس لیں اور ان میں ہمت ہو تو اس کا جواب دیں۔ ہم نے ان کے بودے عذر کو توڑ دیا ہے اور ایک کی بجائے پانچ پنڈتوں کے نام گنا دیئے اور ساتھ ہی اُن کی کتابوں کے نام لکھدیئے جن میں اسی ترجمہ سے ملتا جلتا ترجمہ موجود ہے۔ خود دیکھ لیں۔

ہاں یاد آیا اور خوب یاد آیا۔ ایکدفعہ قادیان میں جبکہ جناب مکرم و معظم حافظ روشن علی صاحب قبلہ سے ایک آریہ پنڈت کا مناظرہ اسی مسئلہ تناسخ پر ہو رہا تھا۔ حافظ صاحب کی آخری باری

میں ہم نے اُٹھ کر یہ منتر پڑھا اور بتلایا کہ تمہارے عقلی ڈھکوسلے کس کام کے۔ تناسخ تو خود وید سے ہی باطل ثابت ہو رہا ہے۔ مگر چونکہ اس کے بعد بروئے شرائط مناظرہ ہمارے لئے کوئی وقت نہ تھا اُنہوں نے اپنے ساتھی پنڈتوں سے پٹی پڑھکر یہ جواب دیا کہ یہاں خدا نہیں کہتا کہ میں جسے چاہوں برہما بناؤں یا عقلمند اور بڑا بناؤں یا رِشی بناؤں۔ بلکہ اس منتر سے پہلے راشٹری کا بیان ہے یعنی پارلیمنٹ کہتی ہے۔ کہ میں جسے چاہوں رشی بناؤں برہما بناؤں وغیرہ۔ پنڈت نے یہ کہا اور سرخروئی حاصل کر لی۔ افسوس کہ اُس وقت ہمیں موقع نہ ملا کہ ہم سماجی پنڈت کے اس بودے اور بے معنی جواب کی قلعی کھولتے۔ آریہ پنڈت تو بیچارہ اس منتر کو مجمع عام میں دُہرا بھی نہ سکا یہ کہکر وید کو ہاتھ سے رکھدیا۔ ہاں اسکی اُوٹ پٹانگ تاویل دوسرے پنڈتوں سے جو ساتھ ہی براجمان تھے پوچھ کر سُنا دی۔ لیکن ہم اُسے بتلاتے ہیں کہ یہاں راشٹری سے مراد پارلیمنٹ نہیں بلکہ یہاں خدا اور ایشور ہی کی ذات مراد ہے دیکھو راشٹری کا معنی تمہارے مشہور پنڈت شیو شنکر صاحب نے ویدک اتہاس نرنے میں "ایشور" ہی کیا ہے۔ اور لو ہم تمہیں بتلائیں کہ راشٹری نام خود ایشور ہی کا ہے۔ سنو اور غور سے سنو! "نگھنٹو" جو ویدوں کی مستند لغات سمجھی جاتی ہے اُس کا مصنف لکھتا ہے:-

راشٹری - ار ۔ نیتُوان - اِن اِن اِتی چتوار ایشور نامانی۔

یعنی راشٹری - ا ۔ یہ - نیتُوان - ان وغیرہ ایشور کے نام ہیں۔

دیکھو نرکت ادھیائے ۲ - نگھنٹو ک کانڈ خود نرکت کار "راشٹری" ایشور کا نام بتلاتا ہے۔ پس آریہ پنڈت کا ساتھی پنڈتوں سے سیکھ کر یہ کہنا کہ یہاں لفظ راشٹری سے پارلیمنٹ مراد ہے۔ رد ہو گیا۔ اور پنڈت کا یہ جواب تو عقلاً بھی باطل ہے۔ بھلا راشٹری یا راج سبھا (پارلیمنٹ) کی یہ طاقت ہے کہ وہ لوگوں کو برہما بنا دے یا رشی بنا دے۔ رِشی اور برہما بنانا ایشور اور صرف ایشور ہی کا کام ہے۔ کیا راشٹری ویدوں کا نزول کرنے والی ہے۔ کیا ویدوں کی گیان داتا پارلیمنٹ ہے؟ اگر یہ مان لیا جائے تو ویدوں کا کچھ رہتا ہی نہیں۔ مگر سمجھدار آریہ یہ نہیں کہیں گے۔

بروئے ویدک لٹریچر برہما اور رِشی خدا ہی بنایا کرتا ہے کیونکہ ویدوں کا داتا اور اُن کو نازل کرنے والا اور اُن کے معانی بتلانے والا پرمیشور ہی ہے۔

اور یہ بات مسلّم ہے کہ رِشی وہی ہوتا ہے جو ویدوں کا ملہم ہو یا بحالت مراقبہ ویدوں کے

معنی ایشور سے سیکھے۔ اور برہما تو بقول اہل سناتن دھرم ویدوں کے ملہم کا نام ہے پس یہاں راشٹری بمعنی سلطنت یا پارلیمنٹ مراد نہیں اسجگہ صرف ایشور ہی کی ذات مراد ہے۔

پس جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ ایشور اپنی مرضی سے جسے چاہے برہما بنائے۔ رشی بنائے بڑا بنائے۔ عقلمند بنائے۔ تو تناسخ ہاں ہاں آریہ سماج کا مائیہ ناز تناسخ کس طرح قائم رہیگا۔ کیونکہ تناسخ قائم ہے انسان کے پہلے اعمال سے۔ اور وید کی رُو سے برہما وغیرہ بننا خدا کے ارادہ اور مرضی کے ماتحت۔ پس نتیجہ صاف ہے۔ کہ وید کی رُو سے تناسخ غلط پوچ اور بیہودہ مسئلہ ٹھیرتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اُمید ہے۔ آریہ سماج کے وہ ممبر جو حق و حقانیت۔ صدق و صداقت کے خواہاں ہیں اس وید منتر کے مضمون پر بے لاگ ہو کر غور کرینگے۔

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

ستیارتھ پرکاش کا جواب

کُلیات آریہ مسافر سے

قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔ جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جیسے انسان خدا کے کام سا کام نہیں کرسکتا اسی طرح اس کے کلام سا کلام بھی نہیں لاسکتا۔ چنانچہ تیرہ سو سال سے قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ اگر تمہیں قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے تو اسکی ایک چھوٹی سی سورۃ جیسی ایک سورۃ بنا کر دکھاؤ۔

اسپر ستیارتھ پرکاش میں سوامی دیانند جی مہاراج فرماتے ہیں:۔

”بھلا یہ کوئی بات ہے کہ اسکی مانند کوئی سورۃ نہ بنے کیا اکبر بادشاہ کے زمانے میں مولوی پھیجی (مولوی فیضی) نے بے نقط قرآن نہیں بنا لیا تھا؟“

یہ جرح جیسی دزندار ہے اسکی قدر ایک مسلمان مومن قرآن کیا کرسکتا ہی خود آریوں کے مہابیر دھرم پنڈت لیکھرام نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم کُلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۶۸ سے نقل کئے دیتے ہیں:۔

”برہمنوں کی نسبت الہامی ہونیکا دعویٰ ایسا ہی بے بنیاد ہے جیسا کہ فیضی کی بے نقط کتاب موارد الکلم کو فیضی کا قرآن جاننا حالانکہ سوائے چند جہلاء کے کوئی عالم اس کا قائل نہیں۔“

”چند جہلاء کی فہرست اگرچہ ہمیں معلوم نہیں لیکن تاہم بحوالہ ستیارتھ پرکاش کم از کم انمیں کا ایک پتہ تو لگ گیا ہے جسکے لئے ہم پنڈت لیکھرام جی کے مشکور ہیں آریہ گزٹ ستیارتھ پرکاش خصوصاً آریہ مسافر دہلی اسے اپنی نوٹ بک میں ٹانک لیں۔ تاکہ بوقت حاجت کام آئے۔“

سُلطان القلم کی صداقت

ایک مقلد کے مغالطوں کا ازالہ

معترض ملّا نے چند احادیث پیش کر کے یہ ثبوت دینا چاہا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہیں اور کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔ محترم خواجہ صاحب نے ان احادیث کے متعلق بہترین تشریح فرمائی ہے (ایڈیٹر)

جواب اوّل:۔ معترض چونکہ حنفی المذہب ہے۔ اس لئے مَیں اس کو ان کے عقیدہ کی طرف جو احادیث کے متعلق اصول فقہ کی کتابوں میں درج ہے توجہ دلاتا ہوں۔ ان میں لکھا ہے۔ اما القسم الاول فلقوله علیه السلام تکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علیٰ کتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردوه فدلّ هذا الحدیث علیٰ ان کل حدیث یخالف کتاب الله تعالیٰ فانه لیس بحدیث الرسول علیه السلام وانما هو مفتری توضیح برحاشیہ تلویح جلد ۲ صفحہ ۱ مطبوعہ مصر۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ میرے بعد حدیث کی بہت کثرت ہوگی جب میری طرف سے تمہارے سامنے کوئی روایت بیان کی جائے تو اسے کتاب اللہ پر عرض کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کر لو ورنہ اُسے نہ مانو۔ پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے مخالف ہوگی۔ وہ آنحضرتؐ کی حدیث ہی نہیں ہے بلکہ از خود ساختہ ہے۔ یہ حدیث اسکے علاوہ اصول شاشی اور نور الانوار میں بھی بیان ہوئی ہے۔ اور تلویح میں تو اسکے متعلق لکھا ہے کہ اسے امام بخاری نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔ (اگرچہ موجودہ نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ملتے) اور دار قطنی میں ہے کلامی لا ینسخ کلام الله (میرا کلام خدا تعالیٰ کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا) اور بخاری میں حضرت عمرؓ کا قول ہے حسبنا کتاب الله اور آنحضرتؐ نے بھی تمسک بکتاب اللہ کی وصیت کی۔ پیشکردہ احادیث اگر ظاہری معنوں میں لیجائیں تو اس لئے قابل احتجاج نہیں ہیں۔ کہ وہ قرآن مجید کے مخالف ہیں۔

جواب دوم:۔ اب مَیں ہر ایک حدیث کو علیحدہ علیحدہ تفصیل وار بیان کرتا ہوں۔

حدیث اوّل:۔ قال الحسن قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة (نقل از تفسیر درمنثور)

Digitized by Khilafat Library

جواب - اوّل تو جناب فرماویں۔ کہ یہ حدیث صاحب درمنثور نے حدیث کی کس کتاب سے لی ہے۔ کیونکہ صاحب درمنثور خود مسند احادیث نہیں لاتا بلکہ مخرج لاتا ہے۔

دوم - اس کے راوی بیان کیئے جائیں تا راویوں کی تعدیل و توثیق کی جاسکے۔

سوم - ان مراتب کے طے کرنے کے بعد یہ حدیث مرسل ٹھیریگی۔ کیونکہ حسن بصری کی پیدائش کے متعلق اسماء الرجال میں لکھا ہے: حسن بصری ولد الحسن لسنتین بقیتا من خلافة عمر بن الخطاب بالمدینة وحنکه عمر بیده " حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال باقی رہ گئے تھے۔ کہ حسن مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے انہیں گھٹی دی۔ اور آپکی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

پس یہ قول حسن اس حدیث صحیح مرفوع متصل کے مقابل میں ساقط الاعتبار ہے جسے حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہؓ سے اور طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بدیں الفاظ نقل کیا ہے:۔

"واخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش مائة وعشرین سنة ولا ارانی الا ذاھبا علیٰ راس ستّین" حج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ آنحضرتؐ فرماتے ہیں جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ حضرت عیسیٰؑ نے ۱۲۰ سال عمر پائی۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ میری عمر ساٹھ برس کی ہوگی۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی عمر کسر کو چھوڑ کر ساٹھ سال ہی تھی۔ جیسا کہ حدیث عن انس بن مالک یقول کان رسول اللہ صلعم بعثه الله علیٰ راس اربعین سنة فاقام بمکة عشر سنین وبالمدینة عشر سنین وتوفاه الله علیٰ راس ستین سنة (بخاری جلد ۲ ص ۸۷۶) سے ثابت ہے کہ آپ نے ساٹھ سال عمر پائی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر نہیں گئے۔ بلکہ ۱۲۰ سال عمر پاکر وفات پاگئے ہیں۔ اسی طرح حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی جس کو امام ابن قیم اور امام عبدالوہاب شعرانی اور حافظ ابن کثیرؒ جیسے آپکے مسلمہ بزرگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ مخالف پڑی ہے۔

چہارم - اصول کی کتب میں لکھا ہے۔ کہ ذھب الجمھور الی ضعفه وعدم قیام الحجة به کہ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مرسل حدیث ضعیف ہے۔ اور قابل احتجاج نہیں ہے۔

پس مرسل کا حکم جمہور علماء کے نزدیک توقف ہے۔

پنجم - جب اسکے ظاہری معنی قرآن مجید کے مخالف ہوئے تو اسکی تاویل کرنی پڑیگی تا یہ حدیث قرآن مجید کے مطابق ہوسکے تو کیجائے اسکے معنی جیسا کہ حدیث میں یہود کو خطاب کرنے سے ظاہر ہے یہ ہیں کہ لم یمت ای علی الصلیب کہ عیسیٰؑ صلیب پر نہیں مرا کیونکہ یہود تو مطلق موت کے

قائل نہیں تھے بلکہ صلیبی موت کے قائل تھے۔ اس لئے آنحضرت نے ان کے اس دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا جیسا کہ قرآن مجید میں بھی آیت ما صلبوہ میں صلیب پر مرنے کی نفی کی گئی ہے اور انہ راجع الیکم میں انہ کی ضمیر مثل کی طرف پھرتی ہے جیسا کہ آیت فاخرجناھم من جنات وعیون وکنوز ومقام کریم کذلک واورثنٰھا بنی اسرائیل (شعراء ع۴) میں اورثنٰھا میں ضمیر ھا مثل کی طرف پھرتی ہے نہ کہ پہلے کنوز وغیرہ کی طرف اسلئے کہ بنی اسرائیل مصر کے وارث نہیں ہوئے تھے بلکہ شام کے علاقہ میں انہوں نے فتوحات حاصل کی تھیں۔ مگر دونو زمینوں میں مشابہت تامہ پائے جانے کے باعث ایک مرجع بنا دیا۔ اسی طرح آنیوالے مسیح اور گذشتہ مسیح میں مشابہت تامہ پائے جانیکی وجہ سے اسی کو مرجع بنا دیا گویا کہ اس کا آنا اسی کا آنا ہے۔ جیسے شام کی زمین اور خزانوں کا مالک ہونا گویا مصر کے خزانوں اور زمین کا مالک ہونا ہے۔ اور لفظ "الیکم" کے بھی حقیقی معنے مراد نہیں کیونکہ حقیقی مخاطب تو اُسوقت کے یہود تھے۔ اور اسوقت کے یہود مجازی رنگ میں مخاطب بن سکتے ہیں یہود کو خاص کیوں کیا گیا کہ تمہاری طرف مسیح آئیگا حالانکہ اس نے اُمت محمدیہ کی طرف بھی آنا ہے۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس لفظ کم میں وہ سب مسلمان بھی شامل ہیں جنکے متعلق آنحضرت صلعم فرما چکے ہیں کہ لتتبعن سنن من قبلکم الحدیث کہ میری اُمت بھی یہود بنجائیگی جنکی خاطر مسیح موعودؑ کی بعثت ہوگی۔ ھذا ما ظھر لی من معنی ھذا الحدیث لیطابق القرآن الذی ھو احسن الحدیث*

Digitized by Khilafat Library

حدیث دوم۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء (نقل از کنز العمال)

جواب۔ اوّل اسکی بھی سند پیش کرو تا اسکے راویوں کی تعدیل و توثیق کی جا سکے۔

دوم۔ مصنف کنز العمال نے مقدمہ میں لکھا ہے۔ کہ جو روایت ابن عساکر سے اس کتاب میں آئیگی وہ ضعیف ہوگی۔ ملاحظہ ہو مقدمہ کنز العمال۔

"وللعقیلی فی الضعفاء (عق) وابن عدی فی الکامل (عد) وللخطیب (خط) فان کان فی تاریخہ اطلقت والابینتہ ولابن عساکر (کر) وکل ما عزی ھؤلاء الاربعۃ او للحکیم الترمذی فی نوادر الاصول اوللحاکم فی تاریخہ او للدیلمی فی مسند الفردوس فھو ضعیف"

مندرجہ بالا روایت مصنف ابن عساکر سے لایا ہے۔ لہذا یہ خود مصنف کنز العمال کی رائے میں

بھی ضعیف ہے۔

سوم۔ اسی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب عیسیٰ اُتریگا تو اُس کے ہاتھ میں قتل دجال کے لئے ایک حربہ ہوگا۔ کیا وہ حربہ بھی آسمان سے ساتھ لائینگے شائد جب آسمان پر گئے ہوں تو ساتھ لے گئے ہوں۔ مگر یہ بات تو عقل میں نہیں آسکتی اسوقت تو بیچارے یہود کے قبضہ میں خالی ہاتھ تھے۔ پس جیسے کہ حربہ سماوی سے مراد دعا ہے۔ اسی طرح مسیح کے آسمان سے نزول کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقعی آسمان سے اُتریں بلکہ اہل اللہ اور رسول آسمان سے ہی اُترا کرتے ہیں۔ جیسے کہ مسیح ناصری اپنی پہلی بعثت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library

"جو اوپر سے آتا ہے وہ سب سے اوپر ہے اور جو زمین سے ہے وہ زمین سے ہی ہے اور زمین ہی کی کہتا ہے۔ اور جو آسمان سے آتا ہے وہ سب سے اوپر ہے۔ اور جو کچھ اس نے سُنا اور دیکھا اسی کی گواہی دیتا ہے۔" یوحنا ۳/۳۱

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنا آنا آسمان سے ہی تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پاکر اسی زمانہ کی مانند اور اس زمانہ کے قریب جو کلیم اوّل کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی۔ یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اُترا۔ اور وہ اُترنا روحانی طور پر تھا جیسا کہ کمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا ہے۔" فتح اسلام صفحہ ۱۱

پس اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے۔ پھر بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح ضرور آسمان پر زندہ موجود ہے اور کسی زمانہ میں آسمان سے اُترے گا۔ بلکہ آسمان سے اُترنا اسی طرح ہے جس طرح کہ روحانی لوگ صعود کے بعد نزول کیا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح آسمانی حربہ سے مراد آسمانی تائیدات اور دلائل اور دعاؤں کا حربہ ہے۔

تیسری حدیث۔ روی ابن جریر و ابن حاتم عن ربیع قال ان النصاریٰ اتوا النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی ان قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء (در منثور)

جواب۔ اوّل۔ ضرور ماننا پڑتا ہے کہ یہ حدیث بھی مرسل ہے۔ کیونکہ ابن جریر ۳۱۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ پھر ان کا ربیع سے بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اوپر کے راوی صحابہ میں سے مفقود ہیں۔ اور مرسل کا حکم پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اس لئے یہ حدیث بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔

پھر اسی واقعہ کے آخری الفاظ سے جو اسی کتاب میں بیان کیئے گئے ہیں۔ وفات مسیحؑ پر استدلال ہو سکتا ہے وہ الفاظ یہ ہیں:۔ "ثم غذی کما تغذی المرءة الصبی ثم کان یأکل الطعام یشرب الشراب وحدث الحدث قالوا بلیٰ"۔ (درمنثور) کہ پھر حضرت عیسیٰؑ کو غذا دی گئی۔ جیسا کہ عورت بچے کو غذا دیا کرتی ہے۔ پھر وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور پانی پیا کرتے تھے۔ پس کھانے اور پینے کا ذکر بصیغہ ماضی ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔ کیونکہ کھانا نہ کھانا اور پانی نہ پینا دو ہی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ وہ زندہ ہوں اور انہیں کھانے پینے کی ضرورت نہ ہو یا وفات پا چکے ہوں۔ اور حاجت طعام و شراب نہ رہی ہو۔ پہلی صورت تو بمطابق آیت وما جعلناهم جسدا لا یأکلون الطعام وما کانوا خالدین باطل ہے جب زندہ رہنے کی صورت صحیح نہیں تو دوسری ثابت ہو گئی اور اسمیں کسی قسم کا اشکال نہیں پڑتا۔ وھو المطلوب۔

سوم۔ درمنثور میں جہاں یہ روایت آئی ہے۔ اس سے پہلی روایت میں یہ بیان اس طرح آیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

"فقال الم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لیس معہ غیرہ شریک فی امرہ الحی الذی لا یموت وقد مات عیسیٰ فی قولھم القیوم القائم علی سلطانہ لا یزول وقد زال عیسیٰ"۔ جب وفد نجران آیا اور آپ نے ان سے بات چیت کی۔ تو دوران گفتگو میں آپ نے سورہ آل عمران کی پہلی آیات تلاوت فرمائیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ حی، اور قیوم ہے حی سے مراد یہ ہے کہ جس پر موت نہیں آئیگی۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ پر بقول ان کے موت آگئی ہے۔ اور وہ قیوم ہے۔ اسپر زوال آ ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ اس پر زوال آگیا اور وہ ہلاک ہو چکا۔

پس یہاں مات، اور زال کا لفظ فرمایا ہے۔ جس سے شرک کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ اور کسی زمانہ میں آکر مرینگے تو اس سے شرک کا قلع قمع نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے عیسیٰؑ کے موت سے استدلال فرمایا۔ اور ان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء میں لفظ یأتی مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے جیسا کہ عربی زبان میں اکثر استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ اس آیت میں یکون لفظ مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے کہ جب اسکے لئے کن کہا تو وہ ہو گیا جیسا کہ تمام مفسرین نے لکھا ہے۔ اور

اور موقوف حدیث کے حکماً مرفوعاً ہونے کے لئے ضروری ہے کہ صحابی اہل کتاب سے حدیث نہ بیان کرتا ہو۔ جیسے کہ عبد اللہ بن سلام اور سلمان فارسی اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ اس لئے کہ عبد اللہ نے واقعہ یرموک میں بہت سی پرانی کتب پائی تھیں۔ تو وہ انکے عجائب بیان کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اکثر اوقات اسکے ساتھیوں نے بھی اسے کہا۔ کہ تم ہمارے پاس آنحضرتؐ کی طرف سے کوئی بات بیان کرو۔

دوم۔ دوسری حدیث کی پوری سند بیان کرو۔ تا اسکے راویوں کو دیکھا جائے کہ وہ ثقہ ہیں یا غیر ثقہ اور انکی حدیث قابل احتجاج بھی ہے یا نہیں۔

سوم۔ خود مصنّف مشکوٰۃ نے اس حدیث کو تیسری فصل میں بیان کر کے اسکے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

چہارم۔ علامہ زرقانی نے اپنی کتاب کی آٹھویں جلد صفحہ ۳۴۹ میں ابن جوزی کی اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے واللہ اعلم بصحتہ کہ اسکی صحت کو خدا ہی جانتا ہے گویا اس فقرہ سے ضعف روایت کی طرف اشارہ کر دیا۔

پنجم۔ امام محمد بن طاہر سنجری نے اپنے رسالہ احوال الآخرۃ (جو مسیح موعودؑ اور دجّال وغیرہ کے حالات میں لکھا ہے) کے آخری باب میں لکھتے ہیں:۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بمیرد و در بیت المقدس مدفون شود" کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پائینگے اور بیت المقدس میں مدفون ہونگے۔

ششم۔ یہ قول از روئے واقعہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چوتھی قبر کی وہاں جگہ ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ احمد بن حجر العسقلانی اپنی کتاب فتح الباری فی شرح البخاری میں حضرت عائشہ کے قول کنت اریدہ لنفسی کے ماتحت لکھتے ہیں:۔ "قول عائشۃ فی قصۃ عمر کنت اریدہ لنفسی ولاوثرنہ الیوم علیٰ نفسی یدل علیٰ انہ لم یبق الا موضع قبر واحد" حضرت عائشہ کا یہ قول کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی مگر آج عمرؓ کو اپنی ذات پر مقدم کرتی ہوں۔ اس بات پر دال ہے کہ وہاں ایک قبر کے سوا اور کوئی جگہ نہ تھی۔

ہفتم۔ اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا ہے۔ اور وہ ابھی تک چھپ کر شائع نہیں دیکھی گئی اسلئے ہم کسی حدیث کو یقینی طور پر صحیح نہیں کہہ سکتے۔ جبتک کہ اسکے راویوں کا ہمیں علم نہ ہو خصوصاً جبکہ اُسے دوسرے روایت نہیں کرتے۔

ہشتم۔ اس حدیث کا راوی عبد اللہ بن عمرؓ ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حجرۂ عائشہ میں دفن ہونیکے متعلق بھی وہی حضرت عائشہ رضؓ سے اجازت مانگنے کے لئے گئے ہیں۔ پس جب انہیں

اور موقوف حدیث کے حکماً مرفوعاً ہونے کے لئے ضروری ہے کہ صحابی اہل کتاب سے حدیث نہ بیان کرتا ہو۔ جیسے کہ عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی اور عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ اس لئے کہ عبداللہ نے واقعہ یرموک میں بہت سی پرانی کتب پائی تھیں۔ تو وہ انکے عجائب بیان کیا کرتا تھا چنانچہ اکثر اوقات اسکے ساتھیوں نے بھی اسے کہا۔ کہ تم ہمارے پاس آنحضرتؐ کی طرف سے کوئی بات بیان کرو۔

دوم۔ دوسری حدیث کی پوری سند بیان کرو۔ تا اسکے راویوں کو دیکھا جائے کہ وہ ثقہ ہیں یا غیر ثقہ۔ اور انکی حدیث قابل احتجاج بھی ہے یا نہیں۔

سوم۔ خود مصنف مشکوٰۃ نے اس حدیث کو تیسری فصل میں بیان کر کے اسکے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

چہارم۔ علامہ زرقانی نے اپنی کتاب کی آٹھویں جلد صفحہ ۳۴۹ میں ابن جوزی کی اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے واللہ اعلم بصحتہ کہ اسکی صحت کو خدا ہی جانتا ہے گویا اس فقرہ سے ضعف روایت کی طرف اشارہ کر دیا۔

پنجم۔ امام محمد بن طاہر سنجری نے اپنے رسالہ احوال الآخرۃ (جو مسیح موعودؑ اور دجّال وغیرہ کے حالات میں لکھا ہے) کے آخری باب میں لکھتے ہیں:۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بمیرد و دربیت المقدس مدفون شود" کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پائینگے اور بیت المقدس میں مدفون ہونگے۔

ششم۔ یہ قول از روئے واقعہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چوتھی قبر کی وہاں جگہ ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ احمد بن حجر عسقلانی اپنی کتاب فتح الباری فی شرح البخاری میں حضرت عائشہ کے قول کنت اریدہ لنفسی کے ماتحت لکھتے ہیں:۔ "قول عائشۃ فی قصۃ عمر کنت اریدہ لنفسی ولاوثرنہ الیوم علیٰ نفسی یدل علیٰ انہ لم یبق الا موضع قبر واحد" حضرت عائشہ کا یہ قول کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی مگر آج عمرؓ کو اپنی ذات پر مقدم کرتی ہوں۔ اس بات پر دال ہے کہ وہاں ایک قبر کے سوا اور کوئی جگہ نہ تھی۔

ہفتم۔ اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا ہے۔ اور وہ ابھی تک چھپ کر شائع نہیں دیکھی گئی اسلئے ہم کسی حدیث کو یقینی طور پر صحیح نہیں کہہ سکتے۔ جبتک کہ اسکے اوپل کا ہمیں علم نہ ہو خصوصاً جبکہ اُسے دوسرے روایت نہیں کرتے۔

ہشتم۔ اس حدیث کا راوی عبداللہ بن عمرؓ ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حجرۂ عائشہ میں دفن ہونیکے متعلق بھی وہی حضرت عائشہ رضؓ سے اجازت مانگنے کے لئے گئے ہیں۔ پس جب انہیں

معلوم تھا۔ کہ آنحضرت صلعم حضرت عمرؓ کے دفن ہونیکے متعلق ارشاد فرما چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ میرے ساتھ دفن ہونگے جیساکہ الفاظ فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم من قبر واحد بین ابی بکر و عمر سے ظاہر ہے تو اوّل تو حضرت عبداللہ کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ اپنے والد صاحب کی خدمت میں عرض کرتے کہ آنحضرتؐ آپکے متعلق فرما چکے ہیں اسلئے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر اجازت مانگنے کے لئے گئے ہی تھے تو ان کو آنحضرتؐ کی حدیث پیش کرنی چاہیئے تھی۔ مگر وہاں تو ایکدفعہ کی اجازت لینی ہی اختصار نہیں کیا جاتا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

"ماکان من شیٔ اھمّ الیّ من ذٰلک فاذا انا قضیت فاحملونی ثم سلّم فقل یستأذن عمر بن الخطاب فان اذنت لی فادخلونی وان ردّتنی فردّونی الیٰ مقابر المسلمین"

Digitized by Khilafat Library

فرمایا کہ میری وفات کے بعد پھر دوبارہ اجازت لینا اگر وہ اجازت دیں تو دفن کرنا ورنہ مسلمانوں کے مقبرہ میں مجھے لے جانا۔ بتلایئے اگر اس حدیث کو سُننے والے عبداللہؓ بن عمر ہی تھے تو وہ اس وقت کیوں آنحضرتؐ کے قول کو نہیں پیش کرتے۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیوں فرماتے ہیں کہ اگر اجازت نہ دیں۔ تو مجھے مسلمانوں کے مقبرے میں دفن کرنا۔ کیا وہ اس حدیث کو پوشیدہ رکھ کر چاہتے تھے کہ پوری نہ ہو۔

نہم۔ پھر انکی قبر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبر کے درمیان ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی قبر انکی قبروں کے درمیان نہیں ہے۔ جیساکہ علامہ زرقانی نے اسی حدیث کے ماتحت لکھا ہے کہ قبور ثلاثہ کے نقشہ کے لحاظ سے دو روایتیں صحیح ہیں۔ ایک روایت ان میں سے قاسم کی ہے جس کے مطابق نقشہ قبور یوں ہے۔

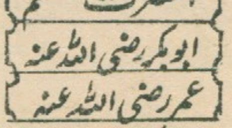

اور دوسری روایت رجاء ابن حیرہ کی ہے۔ جو تابعی فقیہ ثقہ آدمی ہیں ان کی روایت کے مطابق نقشہ یوں ہے:۔

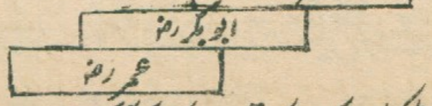

بہرحال یہ روایات حدیث کے آخری ٹکڑے کو رد کرتی ہیں۔ کیونکہ آپکی قبر بین ابی بکرؓ و عمرؓ نہیں ہے۔

دہم۔ اگر ظاہری معنی لیں تو آنحضرتؐ کی ایک خصوصیت باطل ہو جاتی ہے وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے

پہلے زمین میرے اوپر سے پھٹیگی۔ جیسا کہ ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ میں آیا ہے "عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد اٰدم و اول من ینشق عنہ الارض" پس اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی آپ کے ساتھ دفن ہونگے تو آپکی یہ خصوصیت نہیں رہیگی بلکہ مسیح بھی اس میں شامل ہو جائینگے۔

یازدھم۔ جب وہاں کسی اور قبر کی جگہ نہیں ہے۔ تو بہر حال جناب عیسیٰؑ کو آپکی قبر میں دفن کرنا پڑیگا جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ کونسا بے غیرت مسلمان ہوگا جسکی فطرت آپ کا روضہ مبارک کھودنے کو گوارا کریگی۔

Digitized by Khilafat Library

دوازدھم۔ مذکورہ بالا وجوہ ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کے ظاہری معنی لینا بالکل محال ہیں۔ اور ظاہری معنی لینے سے حدیث ضعیف کیا بلکہ اضعف ٹھیرتی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ جو حَکَم و عدل ہو کر آئے ہیں آپنے اس حدیث کے ایک حصّہ کو لیا ہے۔ اسلئے اس حدیث کے معنی بھی وہی لینگے جو آپنے فرمائے ہیں۔ اور جو قرآن مجید کے مطابق ہیں۔ وہ معنی مطابق آیۃ کریمہ ثم اماتہ فاقبرہ (انسان کو خدا تعالیٰ نے موت دی پھر اسکے لئے قبر بنائی) قبر برزخی کے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

سادخل من عشقی بروضۃ قبرہ ٭ وما تعلم ھذا السر یا تارک الھدیٰ (کرامات الصادقین)

کہ میں اس عشق اور محبت کی وجہ سے جو مجھے آنحضرتؐ کی ذات سے ہے۔ آپکے روضۂ قبر میں داخل ہو جاؤں گا۔ مگر اے تارک ہدایت تو اس بھید کو نہیں جان سکتا۔

ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ قبر میں دفن ہونے سے مراد یہ لیجائے۔ کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیئے ہیں۔ وہی مسیح موعودؑ بھی کرینگے۔ انکے مقاصد اور آنحضرتؐ کے مقاصد ایک ہی ہونگے اور ان میں کچھ فرق نہیں ہوگا جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر نبی کا قلب پاتا ہے۔ وہ ختم نبوّت کا خلل انداز نہیں۔ جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو۔ تم دو نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں۔ صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعودؑ میں چاہا۔ یہی بھید ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ میری قبر میں دفن ہوگا۔ یعنی وہ میں ہی ہوں اور اس میں دو رنگی نہیں آئی"۔ کشتی نوح صفحہ ۱۵

اور ایسا ہی محاورہ ہماری زبان میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی کسی کے نقش قدم پر چلے تو اُسی

کہا جاتا ہے۔ کیا تو نے اس کی قبر میں جانا ہے تُو وہی کچھ کرتا ہے جو وہ کرتا ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ کہدیا کرتے ہیں۔ کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ کیونکہ مقبرہ کا لفظ عربی زبان میں استعمال نہیں ہوتا۔ مگر ایسا کہنے والے یاد رکھیں۔ کہ یہ لفظ عربی زبان میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ احادیث میں بھی کئی جگہ آیا ہے۔ جیسے نسائی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۵ میں مندرجہ ذیل روایت میں استعمال ہُوا ہے۔

"عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرج الی المقبرۃ فقال السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔"

Digitized by Khilafat Library

اسی طرح ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۰۱ اور ابوداؤد جلد ۳ مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۰۵ میں بھی لفظ آیا ہے۔

حدیث پنجم۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم رواہ البیھقی فی الکتاب الاسماء و الصفات

جواب۔ اوّل۔ اس حدیث کو جیسا کہ خود امام بیہقی نے لکھا ہے کہ "رواہ البخاری فی الصحیح عن یحیی ابن بکیر و اخرجہ مسلم من وجہ آخر عن یونس" بخاری نے یحیی ابن بکیر سے اور امام مسلم نے ایک دوسرے طریق یعنی یونس سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا ہے اور صحیحین میں من السماء کا لفظ نہیں ہے۔ پس ماننا پڑیگا کہ یہ لفظ زائد کیا ہے۔

دوم۔ اس میں رجوع کا تو لفظ نہیں۔ صرف نزول من السماء کا ذکر ہے۔ اور اس سے ظاہری طور پر آسمان سے اُترنا مراد نہیں ہے بلکہ جیسا کہ حدیث نمبر ۳ میں بتایا جا چکا ہے۔ مقربین الٰہی اور اہل اللہ کا آنا آسمان سے ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی مسیح کا نزول آسمان سے ہوگا۔

سوم۔ لفظ و امامکم منکم بتا رہا ہے۔ کہ مسیح موعود اُمّت محمدیہ سے آئینگے کیونکہ واؤ یہاں حالیہ ہے جس سے فاعل کی حالت بیان کی گئی ہے۔ اور اسی کی تائید مسلم کی دوسری روایت فامامکم منکم کرتی ہے جسکے ماتحت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۲ میں لکھا ہے۔ "فالضمیر فی امّکم لعیسیٰ و منکم حال" کہ امّکم میں ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور منکم حال ہے۔ اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ "الاصح ان عیسیٰؑ یصلی بالناس ویؤمھم و یقتدی بہ المھدی" کہ اصح بات یہی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو نماز پڑھائینگے اور انکے امام ہونگے اور مہدی انکا مقتدی ہوگا۔ پس امامکم منکم سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اوّل تو حدیث میں لفظ من السماء ہے ہی نہیں اگر ہے تو اپنے اصلی معانی پر محمول نہیں ہے۔

چہارم - ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لفظ امام بیہقی نے ہی بطور تشریح و تفسیر کے لکھا ہو - اور بعد کے لکھنے والوں نے اُسے حدیث کے الفاظ میں شمار کر لیا ہو - جیسا کہ کتاب الاستسقاء میں مندرجہ ذیل حدیث کے ماتحت عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

"ثم قال اسق ثم احبس حتی یرجع الماء الی الجدر واستوعی له حقه"

وقال الخطابی ھذہ الزیادۃ تشبه ان یکون من کلام الزھری وکانت عادته ان یصل بالحدیث من کلامه ما یظھر له من معنی الشرح والبیان۔

خطابی نے کہا ہے - کہ واستوعی له حقه ! غلب ہے - کہ اسے زہری نے زائد کیا ہو - کیونکہ اسکی یہ عادت ہے کہ وہ حدیث کے ساتھ ایسی کلام جو اسکے معانی کو کھولنے والی ہو - بڑھا دیا کرتا ہے۔

اسی طرح امام بیہقی بھی تشریحاً کچھ الفاظ بیان کیا کرتے ہیں یہاں بھی "من السماء" بطور تشریح ہو تو تعجب نہیں - جسے بعد میں آنیوالوں نے متن سمجھ لیا - اصول حدیث کی کتاب شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے :- "الرابع ان یسوق الاسناد فیعرض علیه عارض فیقول کلاما من قبل نفسه فیظن بعض من سمعه ان ذلک الکلام ھو متن ذلک الاسناد فیرویه عنه۔"

چوتھی قسم ادراج اسناد کی یہ ہے کہ راوی ایک اسناد چلاتا ہے پھر اسے کوئی عارض پیش آجاتا ہے - تو وہ اپنی طرف سے ایک بات کہتا ہے - تو بعض سامعین اسے اس اسناد کا متن خیال کر لیتے ہیں - اسی طرح متن میں بھی ادراج ہوتا ہے - کہ متن حدیث میں ایسی بات آجاتی ہے جو حقیقۃً متن حدیث سے نہیں ہوتی - اور وہ کبھی اوّل اور کبھی درمیان اور کبھی آخر میں ہوتی ہے - اور اس کا پتہ دوسری روایت سے معلوم ہو جاتا ہے - کہ اس میں ادراج کیا ہے - یہاں بخاری اور مسلم کی حدیث اس بات کی شاہد ہے کہ آنحضرتؐ نے من السماء کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ یہ ادراج ہے۔

پنجم - اصول حدیث میں لکھا ہے :- "وزیادۃ راویھما مقبولة ما لم تقع منافیة لروایة من ھو اوثق" (شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۳۴) کہ حدیث حسن اور صحیح کے راویوں کی زیادتی اسوقت مقبول ہے جبکہ وہ ایسی روایت کے منافی نہ ہو جو اس سے زیادہ ثقہ نے بیان کی ہے - پھر امام شافعی کا قول نقل کر کے ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :- "ومقتضاہ انه اذا خالف فوجد حدیثه ازید اضرّ ذلک بحدیثه فدل علی ان زیادۃ العدل عندہ لا یلزم قبولھا مطلقًا وانما تقبل من الحافظ وجعل نقصان ھذا الراوی من الحدیث دلیلا علی صحته لانه یدل علی تحریه وجعل ما عدا ذلک مضرا بحدیثه فدخل فیه الزیادۃ" (نخبۃ الفکر صفحہ ۳۵)

امام شافعی کے کلام کا مقتضا یہ ہے۔ کہ اگر کوئی راوی حافظ حدیث کی روایت کے خلاف بیان کرے تو اگر اس کی حدیث میں زیادتی ہو۔ تو وہ اسکی حدیث میں نقصان وہ ہوگی۔ یہ بات دال ہے۔ کہ امام شافعی کے نزدیک۔ عدل کی زیادتی کا قبول کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ صرف حافظ حدیث سے زیادتی کو قبول کیا جائیگا اب اس حدیث میں ایک طرف امام بخاری ہیں۔ جو یحیی ابن بکیر سے روایت بیان کرتے ہیں اور امام بیہقی کی روایت میں یحیی بن بکیر سے سُننے والے احمد بن ابراہیم ہیں۔ اسلئے انکی زیادتی امام بخاری کے مقابل قبول نہیں ہے۔ اور مخالفت ثقات کی اسباب طعن سے ہے۔ جس کی وجہ سے روایت ضعیف ہوجاتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ششم۔ یہی حدیث بغیر لفظ من السماء کے درمنثور میں آئی ہے۔ جو اس بات کا قوی قرینہ ہے۔ کہ حدیث کے الفاظ میں من السماء کا لفظ نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔ "اخرج احمد والبخاری ومسلم والبیھقی فی السماء والصفات (عن ابی ھریرۃ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم (درمنثور مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴۲) درمنثور کی اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ حدیث کے اصل الفاظ میں من السماء کا لفظ نہیں ہے۔

عیسائیوں سے بیش مطالبات

اگر ہماری یہ آواز ایڈیٹر نور افشاں یا اور کسی مہذب عیسائی صاحب کے کان تک پہنچے۔ اور وہ متحمل مزاجی سے سوالات مندرجہ پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہوں تو ان کا فرض ہے۔ کہ توجہ فرماویں اور مخلوق خدا کو آگاہ کریں۔

(۱) آپ لوگ جو تین خدا مانتے ہیں۔ اب۔ ابن۔ روح القدس۔ کیا ان میں سے ہر ایک تمام کاموں کو سرانجام دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دے سکتا ہے۔ اور ہر ایک کامل ہے تو یہ لغو ہے۔ کہ ایک کی جگہ تین لگے ہوئے ہیں۔ اور اگر ہر ایک تمام امور کو سنبھال نہیں سکتا۔ تو تینوں خدا ناقص۔ پھر وہ خدائی کے لائق نہ ہوئے۔

(۲) جب خدا تین ہیں۔ تو کیا ان کی آراء اور مرضی میں کبھی اختلاف ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے۔ تو پھر یہ نظام عالم کے درہم برہم ہونے کا موجب ہے۔ اگر نہیں ہوتا۔ تو باوجود ہر ایک کے مستقل ہونے کے ضرور کسی نے اپنے بعض حقوق سے کنارہ کیا ہے

اور دوسرا ان کا مالک بن بیٹھا ہے۔ اور یہ ہر دو نقص ہیں۔ اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

(۳) اَبْ محتاج ہے ابن کا۔ اور ابن محتاج ہے اب کا کیونکہ کوئی بیٹا نہیں بن سکتا جب تک کوئی اس کا باپ نہ ہو۔ اور کوئی باپ نہیں بن سکتا۔ جب تک اس کا بیٹا نہ ہو۔ تو گویا ہر دو خدا محتاج ہوئے اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔

(۴) حضرت یسوع کو جو آپ لوگ ابن اللہ کہتے ہیں۔ تو کیا وہ حقیقی معنوں میں ہے۔ یعنی اب (خدا) کی جزء ہے جس سے اس کا مرکب ہونا لازم آتا ہے حالانکہ وہ بسیط مسلّم ہے۔ یا مجازی معنوں میں ابن اللہ ہے۔ اگر مجازی معنوں میں ہے۔ تو یسوع کی کوئی خصوصیت نہیں۔

(۵) ہمارا مشاہدہ ہے۔ کہ ہمیشہ ابن یا جانشین۔ قائم مقام اسی چیز کا ہوتا ہے۔ جو اپنی ضرورت تک خود موجود نہ رہنے والی ہو۔ دیکھ لو آدمی کا ابن ہوتا ہے۔ درختوں کا بیج ہوتا ہے۔ لیکن سورج کا کوئی بچہ نہیں چاند کا کوئی جانشین نہیں۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ اپنی ضرورت کے وقت تک خود موجود رہیں گے۔ تو اب سوال ہوتا ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ تو کس غرض کے لئے؟ کیا وہ ابدالآباد تک موجود نہیں۔ جب ہے۔ تو بیٹے کی کیا ضرورت درپیش آئی۔

(۶) حضرت یسوع کا جسم جو بطن صدیقہؓ میں نو ماہ تک نشوونما پاتا رہا۔ اور اس کے اثرات اپنے ساتھ لایا۔ تو اگر گناہ یا میلان پیدائشی ہے۔ تو جناب کیوں اس سے محروم ہیں۔ اور کیا وجہ ہے۔ کہ دوسرے بچے تو نو ماہ کے اندر والدین کی خو بو۔ رنگ ڈھنگ اور گناہ کو حاصل کر لیں۔ لیکن آپ ہیں۔ کہ مدّت تو اتنی ہی بسر کرتے ہیں۔ مگر بزعم نصاریٰ میلان گناہ نہیں لیتے۔ ہمارا مطالبہ ہے۔ کہ اس گناہ یا میلان گناہ نہ لینے کی کوئی معقول وجہ ہو۔

(۷) اگر بچہ میں گناہ یا میلان گناہ کا آنا طبعی اور فطرتی بات ہے۔ اور والدین کے گناہ کا اثر ضرور اس میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ جب بائیبل کی رو سے حوا زیادہ گنہگار ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس نے ایک تو خود نافرمانی کی۔ دوسرا آدم علیہ السلام کو بھی اسکی ترغیب دی۔ تو گویا $\frac{1}{2}$ گناہ حوا اور $\frac{1}{2}$ حصہ گناہ آدم کا ہے۔ اب جو بچہ دونو کے ملنے سے پیدا ہوگا۔ اس میں نصف اخلاق و عادات اور گناہ باپ کے اور نصف ماں کے ہونگے یعنی آدم اور حوا دونو کا بچہ $\frac{1}{2}$ گنہگار ہوگا لیکن صرف حوا کا بچہ $\frac{2}{2}$ گنہگار ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت یسوع کا صرف مریم سے پیدا ہونا حسب تشریح عیسائی اصحاب آپ کو زیادہ گنہگار ٹھیراتا ہے۔

(۸) اگر ربّ العالمین نے یسوع مسیح کو بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ کرنا تھا۔ تو حضرت یسوع کی

قربانی ابتداء آفرینش میں چاہیئے تھی تاکہ سب بنی نوع انسان کے لئے یکساں حکم رکھتی۔
اگر کہو۔ کہ ابتداء میں اس لئے نہیں کی گئی۔ تا انسان پر کھل جاوے۔ کہ وہ شریعت سے نجات نہیں پاسکتا تو یہ بالکل باطل بات ہوگی۔ کیونکہ اوّل تو جب یہ راہ خطرناک تھی۔ تو خدا تعالیٰ نے انسان کو اس پر کیوں چلنے دیا۔ رحم دل والدین کبھی اپنے بچے کو آگ میں ہاتھ نہ ڈالنے دینگے تو خدا جو والدین سے کہیں بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ کیونکر اس ضعیف البنیان انسان کو پر خطر دشت خار میں چھوڑ سکتا ہے پس جب وہ اس بات کو جانتا تھا۔ کہ یہ آخر پھر کفارہ یسوع کا محتاج ہوگا۔ تو پہلے ہی یہ سامان کر دیتا۔

دوم۔ اگر کوئی قانون شریعت پر چل کر نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ تو اس حوالہ کے کیا معنی ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library

"وہ دونو (زکریا اور ان کی بیوی) خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانون پر بے عیب چلنے والے تھے" لوقا باب ۱ آیت ۶

سوم۔ اگر یہی غرض تھی۔ تو کم سے کم انسان کو دونو باتوں میں اختیار دیا ہوتا۔ کہ چاہو تو شریعت قبول کرو۔ چاہو۔ تو یسوع کے کفارہ سے ناجی بن جاؤ۔

(۹) کفارہ سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا گناہ کم ہوگیا۔ یا موت جو سزائے گناہ بیان کی گئی تھی وہ ٹل گئی۔ اگر کہو۔ کہ میلان گناہ دور ہوگیا۔ تو اوّل تو اس کے لئے کوئی ثبوت درکار ہے۔ دوم یہ بات ایسی ہی محال ہے۔ جیسے سبق یاد ہوجانا۔ اس وجہ سے کہ کسی دوسرے نے کھانا کھالیا ہے۔ کیونکہ علت معلول میں کوئی ربط ضرور ہوتا ہے۔ اب یہاں کیا ربط ہے۔

(۱۰) گناہ ایک لعنت ہے۔ اگر حضرت یسوع علیہ السلام نے نعوذ باللہ یہ بار اٹھایا ہے تو نتیجہ خود ہی دیکھ لو۔ لعنت خدا سے دوری کا نام ہے۔ کیا اس مصنوعی کفارے کی خاطر یسوعی صاحبان اپنے مقتداء کا بُعد عن اللہ تسلیم کر لیں گے۔ جیسا کہ گلتیوں ۳/۱۳ میں لکھا ہے:۔

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے۔ کہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا ہے وہ لعنتی ہے"

یا مسئلہ کفارہ کو خیر باد کہیں گے؟

(۱۱) حضرت یسوع نے ہر صداقت کے پرکھنے کے لئے یہ معیار مقرر فرمایا ہے۔ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس حضرت مذکور کی الوہیت کے ثمرات دکھلائے جائیں۔ انجیل میں

تو یہی لکھا پاتے ہیں۔ کہ آپ اپنے دشمن یہودیوں کے ہاتھوں صلیب دیئے گئے۔

(۱۲) کیا حضرت موصوف عالم الغیب تھے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ متی ۲۱/۱۸-۱۹ میں لکھا ہے

"اور جب صبح کو پھر شہر میں جاتا تھا۔ تو اسے بھوک لگی اور انجیر کا ایک درخت راہ کے کنارے دیکھ کر اس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پاکر اس سے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا"

اوّل تو بھوک لگنا ہی خدائی پر پانی پھیرتا ہے۔ دوم۔ انجیر کے بے پھل ہونے کا عدم علم خدائی پر حرف لاتا ہے۔ سوم۔ ایسی صورت میں جھنجلا کر بددعا کرنا معمولی اخلاق کو معیوب بناتا ہے۔

(۱۳) کیا کفارہ حضرت موصوف کی الوہیت ہوئی یا انسانیت اگر الوہیت ہوئی۔ تو کیا خدا بھی مرگیا اور جو ایک دفعہ مرگیا آئندہ اس کا کیا اعتبار ہے۔ اور اگر کہو کہ انسانیت کفارہ ہوئی۔ تو پہلے اس کو معصوم ثابت کرو۔ اور نیز یہ بتاؤ کہ ایک انسان اربوں انسانوں کا کفارہ ہوسکتا ہے؟ اگر دونو ہوئیں تو بھی یہ مذکورہ بالا دونو اعتراض قائم ہیں۔

(۱۴) اگر یسوعؑ خود خدا تھا۔ اور اپنی مرضی سے سولی پر چڑھا تھا۔ تو پھر صلیب پر باپ سے کیوں دعا کرتا تھا (ایلی ایلی لما سبقتانی) کیا خود قادر نہ تھا خصوصاً جبکہ یہود نے کہا تھا۔ کہ اگر تو صلیب پر سے اتر آوے تو ہم تجھ پر ایمان لے آوینگے۔ اسے ضرور قدرت کا اظہار چاہیئے تھا۔

Digitized by Khilafat Library

(۱۵) یسوع نے صاف کہا ہے۔ کہ میں پہلے صحیفوں کو مٹانے اور منسوخ کرنے نہیں بلکہ ان کو پورا کرنے آیا ہوں۔ خروج ۳۲/۳۳ میں صاف لکھا ہے:۔

"جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اس کو اپنے دفتر سے میٹ دوں گا"

تو اب یا کفارہ باطل ہے یا پھر خروج کی یہ آیت غلط۔

(۱۶) انجیل متی باب ۱۹ آیت ۲۹ میں صاف لکھا ہے:۔

"یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہوئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کروگے"

اور پھر اسی متی ۲۶/۱۴-۱۵ میں لکھا ہے:۔ کہ ان بارہ میں سے ایک یسوع کو ۳۰ روپے لیکر پکڑوانے پر مستعد ہوگیا۔ یہاں تک کہ پکڑوا دیا۔

اور پھر اسی متی ۲۶/۷۴ میں پطرس نے یسوع پر لعنت کی اور متی ۱۶/۲۳ میں خود مسیح نے اس کو شیطان قرار دیا۔ حالانکہ متی ۱۶/۱۹ میں اسے آسمان کی چابیاں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب فرمائیے حضرت یسوع کی یہ پیشگوئی غلط نکلی یا نہیں۔ کیا ایسی غلط خبر دینے والا خدا ہو سکتا ہے؟

(۱۷) کیا میلان گناہ بغیر کفارہ کے دُور ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے۔ تو کفارہ ہی ماننا ضروری نہیں۔ اور اگر نہیں۔ تو ابراہیمؑ و دیگر انبیاء کرام کی نجات کیونکر ہوئی؟

(۱۸) اگر مسیحؑ کفارہ ہو چکا ہے۔ تو اس کی آمد ثانی کس غرض سے ہو گی؟

(۱۹) متی ۲۶/۳۹ میں لکھا ہے کہ یسوع نے "مُنہ کے بل گر کے یہ دعا مانگی۔ اے میرے باپ۔ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تاہم جیسا مَیں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو" تو اب اگر وہ صلیب پر فوت ہو گئے۔ تو یہ دعا غلط جاتی ہے۔ اور اگر صلیبی موت سے بچ گئے تو کفارہ کی بنیاد ہی غلط ہوئی۔

(۲۰) آئندہ کے لئے سلسلہ نبوّت کیوں بند ہے۔ کیا جو ضرورت پہلے نبوّت کی تھی وہ اب رفع ہو گئی ہے۔ اگر ہو گئی ہے۔ تو کس طرح؟

Digitized by Khilafat Library

برلن میں مسجد

احمدی خواتین کے چندہ سے بنے

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے خطبہ جمعہ ۲ر فروری میں اس بات کی تشریح فرماتے ہوئے کہ دینی احکام میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی مخاطب ہیں۔ مسجد برلن کے متعلق مندرجہ ذیل ارشاد کیا۔ جسکی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ قادیان کی غریب جماعت خواتین نے قریباً دس ہزار چندہ کر بھی لیا۔ اور انشاء اللہ کل رقم پوری ہو جائیگی۔

مَیں نے سوچنے اور غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ جرمن میں جو مسجد بننے والی ہے۔ وہ عورتوں کے چندہ سے بنے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی عورتوں کی ذاتی جائداد نہیں ہوگی۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ عورتوں کی مالی بنیاد زیورات پر ہوتی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ مردوں میں سے اکثروں کے پاس بوجہ ان کی ذمہ واریوں کے مال نہیں ہوتا۔ لیکن عورتوں کے پاس زیور کی صورت میں کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قحط کے دنوں میں مرد عورتوں سے کچھ لیکر گذارہ کرتے ہیں۔ اس لئے یہ نہ کوئی خیال کرے کہ عورتوں کے پاس

کہاں سے مال آئیگا۔ آخر وہ ہم سے ہی لینگی۔ عورتیں اپنے زیورات وغیرہ سے چندہ دیسکتی ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کے پاس زیادہ ہو اور کسی کے پاس تھوڑا۔ خدا کے حضور تھوڑے بہت کا سوال نہیں۔ اسکے حضور تو اخلاص کا سوال ہے۔ پس میرا یہ منشاء ہے کہ جرمن میں مسجد عورتوں کے چندہ سے بنے۔ کیونکہ یورپ میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم میں عورت جانور کی طرح سمجھی جاتی ہے جب یورپ کو یہ معلوم ہوگا کہ اسوقت اس شہر میں جو دنیا کا مرکز بن رہا ہے۔ اس میں مسلمان عورتوں نے جرمن کے نومسلم بھائیوں کیلئے مسجد تیار کرائی ہے۔ تو یورپ کے لوگ اپنے اس خیال کی وجہ سے جو مسلمان عورتوں کے متعلق ہے کسقدر شرمندہ اور حیران ہونگے۔ اور جب وہ مسجد کے پاس سے گذرینگے۔ تو انہیں اپنی غلطی معلوم ہوگی۔ اور مسجد بآواز بلند ہر وقت پکاریگی کہ پادری جھوٹ بولتے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ عورت کی اسلام میں کچھ حیثیت نہیں۔ وہ تو یہ جھوٹ پھیلاتے تھے۔ کہ مسلمان عورتوں کو جانور کی طرح سمجھتے ہیں۔ اب جب صرف عورتوں کے چندہ سے وہاں مسجد بنے گی۔ تو ان کو یہ معلوم ہوگا۔ کہ یہاں کی عورتوں کو تو یہ بھی علم ہے کہ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں جو ایک بندے کی پرستش کرتے ہیں۔

مولوی مبارک علی صاحب نے ایک خط بھیجا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ فن تعمیر کے ایک ماہر نے مسجد بنانے کے لئے سوا دو لاکھ روپے کا اندازہ لگایا تھا۔ کیونکہ اس نے خیال کیا۔ کہ جن لوگوں نے ہمارے ملک میں مسجد بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ کوئی بڑی مالدار جماعت ہوگی۔ لیکن جب مولوی صاحب نے اسے بتایا کہ اتنا روپیہ ہمارے پاس نہیں۔ تو پھر اس نے پچاس ہزار روپیہ کا اندازہ لگایا۔ پانچ ہزار کی زمین اور ۴۵ ہزار روپیہ عمارت پر خرچ آئیگا۔ اگرچہ اس کا یہ خیال درست تھا کہ چونکہ یہ ایک بڑا شہر ہے اور امرا کا محلہ ہے اس واسطے اس میں شاندار عمارت چاہیئے۔ کہ جس کا لوگوں پر اثر ہو۔ اور لوگ اسکی طرف توجہ کرسکیں۔ معمولی عمارت کا ان لوگوں پر اثر نہیں ہوگا۔ وہ تو پھر ویسے ہی ہے جیسے ایک پختہ مکان ہو۔ اور اس میں کوئی حصہ گھٹیا اینٹوں کا ہو تو معیوب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہم نے اپنی موجودہ وسعت و طاقت کے مطابق کام کرنا ہے۔ خیر اس کے اندازہ کے مطابق پچاس ہزار روپیہ سے مسجد کی عمارت قائم ہوسکتی ہے۔ جو صرف مسجد ہی نہیں ہوگی۔ بلکہ اس میں مبلغین کی رہائش کے لئے بھی مکان ہوگا۔ یہ معاملہ میں تمام جماعت کی عورتوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ زمانہ مقابلہ کا ہے ولایت میں تو عورتیں وکالت اور ڈاکٹری کے امتحان تک مردوں کا مقابلہ کرتی ہیں۔ مردوں سے برابری بتانے کے لئے۔ آگے خواہ وہ کام نہ کرسکیں۔ غیر وہ تو اپنی عمر کو ضائع کرتی ہیں۔ لیکن ہم کو بھی ایک نیک مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ اب عورتیں یورپ میں مسجد بنوائیں۔

لنڈن والی مسجد کے لئے مردوں نے لاکھ سوا لاکھ چندہ جمع کیا ہے۔ عورتوں کا حصہ شریعت نے

نصف رکھا ہے۔ اس لئے اب عورتیں پچاس ہزار روپیہ چندہ مسجد احمدیہ برلن کے لئے تین ماہ کے اندر دیدیں۔
حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ہے۔ کہ زار روس کا عصا چھینا گیا ہے۔ اور وہ آپکے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ اور روس کا دروازہ برلن ہے اور اسی دروازہ کے ذریعہ سے روس فتح ہو سکتا ہے یوں تو روس میں تبلیغ کرنا تو الگ رہا۔ اس میں ہمارا موجودہ حالات کی وجہ سے گھسنا ہی مشکل ہے۔ اسمیں تبلیغ کا ذریعہ جرمن ہی ہے جرمن کے ذریعہ ہم بڑی آسانی سے روس میں تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اور عورتوں کے ہاتھ سے اس اہم پیشگوئی کا پورا ہونا ان لوگوں پر بہت اثر کریگا۔ جو بعد میں آئینگے۔ اور انہیں معلوم ہوگا۔ کہ عورتوں میں بھی مردوں کی طرح بہت اخلاص ہے۔ اور ادھر یورپ کو معلوم ہوگا۔ کہ کسقدر مسلمان عورتوں میں اپنے مذہب کی اشاعت کا جوش ہے۔ اور مسجد کی پیشانی پر جلی حروف میں لکھا جائے۔ کہ احمدی خواتین کی طرف سے نو مسلم بھائیوں کے لئے یہ مسجد بنائی گئی۔

اور پھر دوسرے لوگوں کی بھی آنکھیں کھل جائینگی اور پیغامیوں کو بھی معلوم ہو جائیگا کہ احمدی خواتین ہی اس قدر چندہ دیتی ہیں جس قدر کہ وہ غیر لوگوں کے آگے اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر جمع کرتے ہیں۔

پس ہر جگہ عورتوں کو بتایا جائے کہ وہ اس کام کے لئے چندہ دیں اور تمام اخبارات جو قادیان سے نکلتے ہیں۔ اس کام کے لئے چندہ کے واسطے تحریک کریں۔ اور میرا یہ خطبہ شائع کردیں۔ تاکہ تمام وہ لوگ، جو ان اخباروں سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اپنے گھروں میں عورتوں کو بتائیں اور تحریک کریں کہ وہ تین ماہ کے اندر مسجد کے لئے چندہ دیں۔ اور ہر جگہ اپنے گھروں میں یہ بات سنا دیں، اور چندہ کے واسطے تحریک کریں۔

Digitized by Khilafat Library

یہ کام مَیں نے اس انجمن کے سپرد کیا ہے۔ جس کا نام مَیں نے لجنۃ اماء اللہ رکھا ہے۔ ہندوستان میں ایک انجمن ہے۔ جو اپنے آپ کو خادمان ہند بتلاتے ہیں۔ ہم تو کسی خاص قوم کے خادم نہیں ہم اللہ کے خادم اور غلام ہیں۔ اس لئے مَیں نے یہ نام اس انجمن کا رکھا ہے۔ اور ان کے سپرد یہ کام کیا ہے۔ لیکن چونکہ خالی عورتیں اگر تحریک کرتیں تو ان کا اتنا اثر نہ ہوتا۔ اسلئے مَیں نے انکی طرف سے یہ تحریک کی ہے۔ عورتیں یہ نہ سمجھ لیں کہ چندہ جمع کرنا خاص خاص عورتوں کا ہی کام ہے۔ بلکہ ہر عورت کھڑی ہو جائے۔ اور باقی بہنوں سے تین ماہ کے اندر چندہ جمع کرے۔

لنڈن کی مسجد کے لئے زمین تو خریدی جاچکی ہے لیکن چونکہ اس کی عمارت پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہونا تھا۔ اس لئے وہ فوراً نہ بنائی جا سکی۔ لیکن برلن کی مسجد کے لئے ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ ارادہ ہے کہ ادھر روپیہ جمع ہو اور ادھر کام جاری کر دیا جائے۔ چونکہ ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ کام ہو کر رہیگا۔ اس لئے جونہی روپیہ جمع ہونا شروع ہوگا۔ فوراً عمارت کا کام شروع کر دیا جائیگا۔ مَیں اب خطبہ کے ذریعہ تمام احمدی عورتوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ اس کام کیلئے تین ماہ کے اندر پچاس ہزار روپیہ چندہ جمع کر دیں۔ ہاں یہ یاد رہے کہ مردوں کا چندہ اس میں نہیں لیا جائیگا۔ اس میں صرف عورتوں کا ہی روپیہ ہوگا۔ تاکہ یہ مسجد ہمیشہ کے لئے عورتوں کی ہی یادگار رہے۔ مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عورتوں کو اس کام کی توفیق عطا کرے ؛

گنجینۂ مطاعن کے شیعہ مصنف کا حملہ آنحضرت صلعم کی ذات ستودہ صفات پر

وزیرآبادی شیعہ گوشہ نشین اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱۵ پر لکھتا ہے:-

"بخاری جلد دوم صفحہ ۱۶۵ پر ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ اور عائشہؓ میدان منیٰ میں راگ و رنگ اور ناچ دیکھ رہے تھے۔ آنحضرتؐ اپنے مُنہ پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔ اور عائشہؓ کھلے مُنہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اچانک ابوبکر وہاں آ گیا اس نے راگ اور ناچ کو بند کرنا چاہا۔ آنحضرتؐ نے جھٹ اپنے مُنہ سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا اے ابوبکر ہماری رنگ میں بھنگ نہ ڈالو"

اصل حدیث جس کا حوالہ اس تبرا باز افترا پرداز نے دیا ہے یوں ہے:- وقالت عائشہ رایت النبی صلعم یسترنی وانا انظر الی الحبشہ وھم یلعبون فی المسجد فزجرھم عمر فقال النبی صلعم امنا بنی ارفدۃ یعنی من الامن جس کا ترجمہ یہ ہے کہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے مجھے اپنی پیٹھ کے پیچھے ستر میں رکھا اور میں نے حبشیوں کو دیکھا جو مسجد کے جوار میں فوجی کرتب کر رہے تھے عمرؓ نے انکو ڈانٹا تو نبی کریمؐ نے فرمایا اے بنی ارفدہ (حبشیوں کے جد اعلیٰ کا نام) بیفکر رہو۔ اب دیکھیے شیعہ نے کسقدر افتراء کیے اور بہتان باندھے۔

اوّل یہ کہ آنحضرتؐ صلعم اور عائشہؓ راگ و رنگ و ناچ دیکھ رہے تھے گویا وزیرآباد کی فضل نشاں وہاں چلی گئی تھی۔ دوم یہ کہ آنحضرتؐ نے اپنے مُنہ پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا گویا معاذ اللہ آپ آجکل کے مُلّاؤں کی طرح تھے اور ڈھاٹا باندھے اپنے آپکو چھپائے کھڑے تھے۔ سوم یہ کہ عائشہؓ کھلے مُنہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔ چہارم یہ کہ اچانک ابوبکر وہاں آ گیا۔ پنجم یہ کہ رسولِ خدا نے فرمایا "ہمارے رنگ میں بھنگ نہ ڈالو"۔ یہ ہے شیعہ ایمان جو دوازدہ معصوم کی طفیل حاصل ہونیکا ان کو ادعاءِ ناروا ہے۔ خدا ہی ان کو سمجھے۔ اصل حدیث آپ نے دیکھ لی۔ بات صاف ہے۔ یلعبون سے راگ و رنگ و ناچ مراد لینا حد درجے کی بد دیانتی ہے چنانچہ دوسری حدیث بخاری کتاب العیدین میں یہ الفاظ اس واقعہ کے متعلق ہیں وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب۔ عید کے دن حبشی ڈھال برچھی کے کرتب دکھا رہے تھے اب انکو راگ و رنگ اور ناچ کہنا اور پھر آنحضرتؐ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ مُنہ چھپائے تھے تاکہ پہچانے نہ جائیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کھلے مُنہ تھی حالانکہ یسترنی فاقامنی ورآء خدّی علےٰ خدہ ہے۔ اور پھر بجائے عمرؓ کے ابوبکرؓ کا نام اور اخیر میں یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا ہماری رنگ میں بھنگ نہ ڈالو کیا یہ کسی ایماندار کا کام ہو سکتا ہے۔ اے شیعہ قوم تم پر افسوس کہ تمہارے مصنفوں مؤلفوں کا یہ حال ہے یہ دیانت ہے یہ ایمانداری ہے کہ کتاب کا نام لیتے ہیں صفحہ بتاتے ہیں اور وہ مضمون لکھتے ہیں جو اسمیں نہیں۔ دروغ گویم بروئے تو بلکہ افتراء کنم و بہتان بندم۔ ع چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے۔

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کی تیار کردہ ۱۹۲۳ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت چکنے کاغذ پر چھپ ہی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ بھیج دیجئے مذکورہ بالا جنتری آپکی خدمت میں روانہ کردیجائیگی۔

مکردہج یعنی خالص سونے کا کشتہ

مریض اور تندرست دونوں کے لئے یکساں مفید۔

کون ہے جو سونے کے کشتہ کے فوائد سے واقف نہیں۔ فقط حکیم اور وید ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے ڈاکٹر بھی اس کے مداح ہیں۔ یہ سونے کا کشتہ خاص ہماری کیمیا خانہ میں تیار کیا گیا ہے۔ اور احتلام دمہ۔ بدہضمی و دیگر امراض کیلئے نہایت مفید ہے۔ قیمت سات خوراک عہ محصول سات سے اکیس خوراک تک ۶؍

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کیلئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جس کو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں۔ دولتمند گھی۔ دودھ۔ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں۔ اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں۔ غریب کم خرچ جڑی۔ بوٹی اور چٹکلے کی کھوج میں رہتے ہیں۔ جاڑے کے موسم میں چونکہ مقویات کا کھانا نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے۔ اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ لیاقت سے باہر خرچ ہے۔ اور وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی گولیاں ہیں آپ بھی آزمائش کر کے دیکھئے۔ یہ بھوک کو بڑھا کر نیا خون پیدا کرتی ہیں۔ جوانی میں بے اعتدالیوں کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہوجاتی ہے۔ یہ سب شکایتیں دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔ قیمت عہ محصولڈاک ۶؍

روگ کا گھر کھانسی

یہ مثل بالکل درست ہے کیونکہ ایک کھانسی کی وجہ سے حلق سے لیکر سینہ تک مختلف مرض کے ہونیکا خوف رہتا ہے سردی سے کھانسی کا آغاز ہوتا ہے اور فوراً ہی اگر مناسب علاج نہ کیا گیا تو سانس کی نلیوں میں سردی جمع ہوجاتی ہے اور اسی گذر کر دم کشی میں رکاوٹ پسلیوں میں درد و بخار وغیرہ شروع ہوجاتے ہیں اسلئے کھانسی کے شروع ہوتے ہی مناسب دوا ضرور کرنا چاہیئے اور اسکی ترکیب بھی بہت آسان ہے اور وہ یہ کہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کف اور کھانسی کی دوا نہایت درجہ مفید ثابت ہوئی ہے اسکی ایک شیشی خرید کر گھر میں ڈال رکھیں قیمت شیشی کلان عہ خورد ۱۰؍ محصولڈاک ۸؍ و ۷؍

ڈاکٹر ایس کے۔ برمن ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ایجنٹ ....

Digitized by Khilafat Library